

کوائف منطق

یعنی علم منطق کا مفصل بیان

جس کے واسطے سرکار نے انعام دیا

مصنف

پادری فی جے اسکات صاحب ڈی ڈی

طبع ثانی

بمطبع ایڈمنسٹریشن لکچرنگ ہاؤس پادری کی پرنٹنگ ہاؤس

۱۹۰۹ء

فہرست مضامین

صفحہ		صفحہ	
	پہلی فصل	۱	دیباچہ
		۴	مقدمہ
۱۵	تصور کے بیان میں		حصہ اول - تصور
	دوسری فصل		
۱۶	اظہار کے بیان میں	۹	آغاز کی چند باتیں
۱۷	۱۔ مفرد یا مرکب	۱۲	چند ذہنی قوتیں
۱۷	۲۔ جزی یا کلی	۱۲	۱۔ وہ بیان
۱۸	۳۔ بالنسبت یا بلا نسبت	۱۳	۲۔ مقابلہ کرنا
۱۸	۴۔ مشترک غیر مشترک مترادف	۱۳	۳۔ قوت تفریقی
۱۹	۵۔ متناقضہ	۱۳	۴۔ قوت جنسی
۲۰	۶۔ متضادہ	۱۴	۵۔ قوت ناطقہ

صفحہ		صفحہ	
۳۵	اقسام قضیہ		تیسری فصل
۳۵	۱۔ مفرد یا مرکب		
۳۶	۲۔ موجبہ یا سالبہ	۲۱	بیان اجناس اور انواع وغیرہ
۳۶	۳۔ کلیہ یا جزئیہ	۲۳	عموم و خصوص
۳۱	۴۔ حملیہ یا شرطیہ	۲۶	فصل
۴۲	بیان مادے کا	۲۶	بیان عرض
	دوسری فصل		چوتھی فصل
۴۵	بیان قضیوں کی کلیت و جزیت کا	۲۹	معرف کے بیان میں
	تیسری فصل	۳۲	قواعد معرف
۵۰	عکس کے بیان میں		حصہ ۲۔ قضیہ
	چوتھی فصل		پہلی فصل
۵۲	تقیض کے بیان میں	۳۳	بیان قضیوں کا

صفحہ		
۱۰۶	۱۔ قیاس اتصالی	حصہ ۲۔ دلیل
۱۱۱	۲۔ قیاس انفصالی	پہلی فصل
۱۱۳	۳۔ قیاس مرکب شرطیہ	
	پانچویں فصل	دلیل یا حجت کے بیان میں
		قیاس
۱۱۶	قیاس بے ترتیب و مرکب	
۱۱۶	۱۔ قیاس مخفف	دوسری فصل
۱۱۹	۲۔ قیاس مسلسل	شکل کے بیان میں
	حصہ ۳۔ منطق ستعمالی	تیسری فصل
	پہلی فصل	ضرب کے بیان میں
		خلف
۱۲۸	بیان مغالطوں کا	
۱۲۹	قسم اول مغالطہ صوری	چوتھی فصل
۱۳۸	۱۔ حد اوسط خبری	بیان قیاس شرطیہ کا

صفحہ	صفحہ
۱۵۱	۱۳۲ ۲۔ ناجائز کلیت اکبر یا اصغر کی
۱۵۳	۱۳۳ ۳۔ مقدمات ساسیہ
۱۵۴	۱۳۴ ۴۔ نتیجہ موجبہ مقدمات سالیہوں سے
	اور برعکس اسکے
	۵۔ ایک قیاس میں تین جزوں سے
	زیادہ ہونا
۱۵۷	۱۳۵ چند طریقے استعمال منطق کے
۱۵۸	۱۳۶ ۱۔ بیان استقرار کا
۱۶۳	۱۳۷ ۲۔ استخراج کا
۱۶۴	۱۳۸ ۳۔ تمثیل کا
۱۶۵	۱۳۹ ۴۔ قرینے کا
۱۶۹	۱۴۰ ۵۔ علت سے معلول ثابت کرنا
۱۷۰	۱۴۱ ۶۔ معلول سے علت ثابت کرنا
۱۷۲	۱۴۲ ۷۔ ادنیٰ سے اعلیٰ کو ثابت کرنا
۱۷۶	۱۴۳ خاتمہ
	۱۔ مغالطہ تمامق آمیز
	۲۔ مغالطہ تغیر مضمون

دوسری فصل

دیسپاچ

علم منطق کا پڑھنا ذہن کی آراستگی اور سنوارنے کے واسطے بہت مفید ہے۔
لیکن اس علم کی کتابیں ہندوستانی زبانوں میں بہت کم ہیں۔ ایک مختصر رسالہ بھی ہے
علم منطق حال میں زبان اردو چھپا ہے۔ اگرچہ وہ رسالہ اچھا ہے مگر پھر بھی
ایسے مختصر رسالہ سے علم منطق کا حال صاف نہیں کہلتا ہے۔ فارسی میں دو ایک
چھوٹے چھوٹے رسالے مثلاً صغریٰ کبریٰ ہیں چند باتیں منطق کے بیان میں
و ریاضے لطافت اور مخزن العلوم میں لکھی ہیں مگر ان کتابوں سے صرف
انھیں لوگوں کو فائدہ ہے جو فارسی جانتے ہیں اور جبکہ فارسی زبان میں اس علم
کا سیکھنا مشکل ہوا تو عربی زبان میں (جس سے فارسی میں ترجمہ ہوا ہے) جیسے
رسالہ شمسیہ جس کی شرح قطبی ہے سیکھنا عوام الناس کے واسطے بہت مشکل
ہے۔ سو اس کے ان کتابوں سے اس علم کا حال اکثر عربی طالب العلموں کے
بھی سمجھ میں اچھی طرح نہیں آتا۔ زبان سنسکرت میں چند کتابیں اس علم کی پائی
جاتی ہیں مگر وہ صرف انھیں لوگوں کے کام کی ہیں جو اس مشکل زبان میں دخل
رکھتے ہیں۔ پس یہ کیفیت اس علم کی ملک ہند میں دیکھ کر میرے دل میں آیا

کہ اوں مشکلات کو جو اس علم کے حاصل کرنے میں آکر پڑتی ہیں آسان کر دینا چاہیے
 اس لحاظ سے یہ کتاب بہ زبان اردو جس میں علم منطق کا بیان خوب طوالت کو ساتھ
 لکھا ہے اور جا بجا شکوک سے ثبوت دیا ہے اور مثالیں ایسی سہل سہل ہیں کہ
 اگر کوئی ہندی طالب العلم بھی دل لگا کے پڑھے تو اس علم کو حاصل کر لے
 اور روزمرہ کے واسطے نفع اٹھا دے تالیف کی۔

واضح ہو کہ یہ ترجمہ بالکل لفظی نہیں ہے جہاں جہاں اچھی طرح معنی نکلتے
 ہیں وہاں ویسے ہی رہنے دیا ہے اور کہیں کہیں ترتیب عبارت کی اس غرض
 سے کہ اصطلاحات منطق کی اردو میں بے محاورہ اور نامزدیاناہ معلوم ہوں بل
 دی ہیں۔ مگر پھر بھی یہ قاعدہ رکھا ہے کہ اردو ترجمہ بالکل انگریزی ہی مطابقت
 رکھتا ہے یہاں تک کہ دونوں کو ایک جگہ میں رکھنے سے فائدہ نکلتا ہو غرض
 اس امید پر کہ طلباء علم کو خوب مدد پہونچے اور اچھی طرح اس مفید علم کو سمجھیں یہ
 کتاب جاری کیجاتی ہے۔

دیباچہ طبع ثانی

طبع اول کی سب جلدیں بہت جلد خراج ہو گئیں اور دوبارہ چھاپنے کی ضرورت پڑی۔ مگر بعض ضروری اصلاحات اور اضافات کے لئے قلیل وقت کے مانع ہونے سے چھپنے میں بہت وقفہ ہوا۔ مضامین کی بحث طویل اور بہت سی چھوٹی چھوٹی باتوں کے داخل کرنے سے حجم اس کتاب کا بڑھ سکتا تھا لیکن اس سے بلا حصول کسی نفع معتد بہ کے ذہن کو ضبط مضامین میں وقت واقع ہوتی ہے۔ اس واسطے غیر ضروری بیان کے داخل کرنے سے محترز ہو کے نفع عام کے لائق بنانا مناسب جانا کیونکہ صاف واضح بیان پر طبیعت خوب جمتی ہے حتیٰ لامکان میں نے اصطلاحات اور طرز بیان عربی و فارسی مصنفین کے موافق اختیار کیا ہے لیکن ان کے طرز بیان سے جو طرز مجھے بہتر معلوم ہوا اس سے نہیں چھوڑا۔ ہندوستانی منطقین اس سے یہ سمجھیں کہ اس میں کچھ غلطی ہے کیونکہ اس فن کے طرز بیان میں بھی بہتری اور باتوں کی طرح ترقی و تبدیل کی گنجائش ہر

شہر بریلی۔ ماہ مئی ۱۳۳۷ء

ٹی جے اسکاٹ

علم منطق

مقدمہ

۱۔ منطق ایک ایسا علم اور فن ہے کہ جس سے عقل و دُرّانے اور دلیل کرنے کا قانون معلوم ہوتا ہے۔ اصطلاحاً منطق کو علم اوس حالت میں کہیں گے۔ جب عقل و دُرّانے یا دلیل کرنے کے خاص قانون کا بیان ہو۔ اور فن اوس حالت میں بولیں گے جب طریقہ حجت کا بیان ہو اور غلطی اور خطا سے محفوظ رہنے کے طریقے معین ہوں۔ یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ فن قواعد منطق کے استعمال میں لانے کو کہتے ہیں۔

۲۔ بعض آدمی گمان کرتے ہیں کہ عقل و دُرّانے کے کئی ایک قوانین ہیں جنہیں سے منطق ایک ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ منطق ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے مخاطب کو پیچیدہ باتوں میں ڈال کر جھوٹ کو بھی سچ کر سکتے ہیں چنانچہ دوسرا خیال کرتے ہیں کہ مباحثہ میں خواہ سچ پر یا جھوٹ پر غالب رہنے اور اپنے علم اور ذہانت کے ظاہر کرنے کے لئے خواہ غرور کے طور پر ہو یا تسخر کے طور پر یہ کارآمد ہے۔ یہ دونوں غلط فہمی ہے اور ایسے لوگوں کو منطق کی اصلیت اور غرض معلوم

نہیں۔ ایسا نہ سمجھنا چاہیے کہ منطق کئی ایک طریقوں میں سے عقل دوڑانے کا ایک طریقہ ہے بلکہ درحقیقت صرف یہی ایک طریقہ ہے یعنی کسی مانعہ کی حیثیت و حقیقت کے کامل دریافت کرنے میں ذہن صرف ایک ہی طور پر ادنیٰ قواعد مقررہ کے بموجب جو خدا کے بنائے ہیں لڑتا ہے پس اگر ان قانونوں کے بموجب ذہن نہ دوڑے تو غلطی میں پڑ جاتا ہے۔

اصل غرض منطق کی یہ ہے کہ وہ قوانین مقررہ بخوبی ظاہر ہو جائیں اور وہ قاعدے حاصل ہوں کہ جن پر اگر لحاظ رکھا جائے تو ان قوانین مذکورہ کے بموجب عقل دوڑے اور اگر کوئی ان قوانین سے علیحدگی اختیار کرے تو ان کی رستہ اوٹکی غلطی معلوم ہو جائے۔ مثلاً حساب ایک علم ہے جس کا احتمال پند مقرر قاعدوں کے بموجب کیا جاتا ہے اور ضرور ہے کہ یہ قاعدے ہمیشہ ہر ملک اور ہر زبان میں ایک ہی ہوں۔ مثلث مثلاً ضرور ہے کہ قاعدے جمع تفریق ضرب تقسیم کے ہمیشہ ایک ہی رہیں۔ علیٰ ہذا القیاس منطق عقل دوڑانے کا علم ہے اور اگر ہم ٹھیک ٹھیک عقل دوڑانا یا سوچنا چاہیں تو منطق ہی کے بموجب کرنا ہوگا۔ ایسا بھی ہے کہ اکثر لوگ درستی سے سوچتے مباحثہ کرتے اور عقل دوڑاتے ہیں باوجود اس امر کے کہ ذرا بھی علم منطق کے قواعد سے واقف نہیں ہوتے جیسا کہ اکثر بڑا کرتا ہے کہ بعض آدمی درست لکھنے والوں کی صحبت پانے سے ٹھیک لکھتے اور بولتے ہیں

اگرچہ صرف و نحو سے منطوق بھی واقف نہیں ہوتا۔ مگر بہر حال یہ بہتر رہتا کہ قواعد درست لکھنے اور بولنے کے ناواقفوں کی تعلیم کے واسطے اور اون لوگوں کے سدھارنے کی واسطے جو کہ صحیح نہیں لکھتے اور بولتے ہیں جیسا کہ ہون۔ اس واسطے چہ قواعد منطق خطا اور غلطی سے محفوظ رکھنے کے لئے اور اور وکی خراب و ناقص دلیاؤں کا نقص جادم کرنے کے لئے کارآمد ہیں۔

۳۔ بعض آدمی منطق کے طلب و حقیقت سے واقف نہیں ہیں پس اسی جہت سے جانتے ہیں کہ منطق کے سیکھنے سے اعتقاد دین پر اور خدا کے وجود پر قائم نہیں رہتا۔ وست خیال کرتے ہیں کہ منطق ایک طرح کا ہنر یا حکمت ہے جس کے ذریعہ سے منطقی اپنی مرضی کے موافق ہر ایک بات کو جھوٹا یا سچ کر سکتا ہے یہاں تک کہ آخر انجام یہ ہوتا ہے کہ منطقی کا اعتقاد سچی بات پر قائم نہیں رہتا یہ غلط فہمی ہے کیونکہ منطق سے قوت ذہنی بڑھتی اور عقل سچائی پر قائم ہو جاتی ہے اور خطا و غلطی سے محفوظ رہتی ہے۔

۴۔ منطق بہت پرانا علم ہے اور قدیم زمانوں میں صرف دو قوموں یعنی یونانیوں اور ہندوؤں کے درمیان پایا جاتا تھا اور سب قوموں نے اس پر علم لیا لیکن یونان میں معلوم ہے کہ آیا یونانیوں نے ہندوؤں سے لیا یا ہندوؤں کو یونانیوں سے ملا۔ بعضے یہ گمان کرتے ہیں کہ یونانیوں کو علم منطق ہندوؤں سے ملا اور بعضے اس کے

برعکس کہتے ہیں۔ اغلب ہے کہ ان دونوں قوموں نے علیحدہ اس علم کو ایجاد کیا۔ یونانیوں سے رومیوں نے سیکھا۔ یورپ والوں نے یہ علم ارسطاطالیس کی منطق سے اور نیز اوسکے عربی ترجموں سے پایا۔ یونانیوں سے اہل عرب نے بھی پایا پھر ان سے یہودیوں نے حاصل کیا۔

علوم ہوتا ہے کہ یونانیوں میں سب سے پہلا مصنف و معلم اس علم کا زنیو تھا جو سچ ۴۸۴ برس پیشتر یونان میں تھا۔ اوسکی کتاب میں چند باتیں اچھی پائی جاتی ہیں اور مغلق اور ناقص باتیں بھی ہیں۔ اوسکے بعد سقراط اور اقلیدس مگیرا والا اور انتس تھیس اور اریکٹاس اور افلاطون اور ارسطاطالیس جس کو ارسطو بھی کہتے ہیں مشہور ہوئے۔ زنیو اور بعض اوروں نے انہیں سے ایک طرح کی جھوٹی اور پیچیدہ تقریر کی رسم نکالی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اور ان کے شاگردوں کے درمیان میں یہ کیفیت رہی کہ منطق صرف ایک طرح کا کھیل اور تفریح طبع سمجھا جاتا تھا جس میں گھنٹوں تک اوقات صرف کرتے تھے اس امر کے واسطے کہ دیکھیں کون تیز ہے۔ مگر سقراط جو ۴۶۹ برس پیشتر سنہ عیسوی کے موجود تھا اچھی باتوں کو استعمال میں لایا اور چاہتا تھا کہ ہر ایک بات کی اصلیت حقیقت کے دریافت کرنے کے لیے اور طریقہ ذہن اور تہذیب اخلاق کے کام آوے۔ اوسکا یہ طریقہ یہ تھا کہ جانشین سوال و جواب اس طور سے کرتا تھا کہ جو نیچر وہ چاہتا

تھا وہی نکلے۔ افلاطون شاگرد مقراط نے اس علم کو اور بھی درجہ ترقی پر پہنچایا۔
 بعد افلاطون کے ارسطاطالیس نے جو سنہ ۳۸۴ پیشتر مسیح کے پیدا ہوا اس قدر
 منطق کو تکمیل دی کہ اس وقت سے آج تک کوئی کچھ بہت بڑھانہ سکا۔ پس وہ
 منطق جو یورپ میں پڑھائی جاتی ہے درحقیقت ارسطاطالیس ہی کی ہے۔
 ارسطاطالیس کی تصنیفات دوسری صدی محمدیہ میں عربی میں ترجمہ کی گئیں چنانچہ
 منطق جو مسلمانوں کے درس میں ہے وہ بھی ارسطاطالیس ہی کی ہی مگر چونکہ یہ
 کتابیں اکثر عربی اور کچھ کچھ فارسی میں بھی ہیں اس سبب سے عوام لوگوں کے
 کارآمد نہیں ہیں۔

ان کتابوں میں بڑا نقص یہ ہے کہ وہ ایسی صاف نہیں ہیں کہ ہر کوئی سمجھ لے
 اور ایسا پردہ ہے کہ باوجود پڑھنے کے علم منطق اچھی طرح کام میں نہیں آتا۔ مگر مجھ کو
 امید ہے کہ ناظرین کو اس کتاب کے دیکھنے سے حال منطق کھلے گا اور سیکھنے والے
 اچھی طرح اس سے فائدہ اٹھا دیں گے۔

حصہ اول تصور

آغاز کی چند باتیں

منطق کی مراد اور چند اصطلاحات در باب ذہن

۱۔ علم منطق ذہن سے علاقہ رکھتا ہے علی الخصوص حالت سوچنے اور
مباحثہ کرنے میں۔ ذہن وہ روحانی غیر مادی شے ہمارے جسم میں ہے جو
سوچتا ہے اور جس سے ہر ایک چیز اور بات معلوم ہوتی ہے۔ بدن جو ہے
صرف اوسکی جائے سکونت ہے۔ ذہن محسوسات یعنی عالم جسمانی کو ایسے
طور پر جو بعید العقل ہے بذریعہ حواس خمسہ کے معلوم کرتا ہے اور حواس خمسہ
یہ ہیں باصرہ (یعنی دیکھنے والی قوت) سامعہ (یعنی سننے والی قوت)
لامسہ (یعنی چھونے والی قوت) ذائقہ (یعنی چکھنے والی قوت) تشامہ
(یعنی سونگھنے والی قوت)

ذہن مثل آئینے کے ہے جب عکس بنجاتا ہے۔ اگر وہ عکس بذریعہ حواس
خمسہ کے بنجاوے تو اوس کو محسوس اور اگر علاوہ ان حواس کے کسی
اور طر حیر ذہن میں تصور بنجاوے تو اوس کو معقول بولیں گے۔ مثلاً خدا کا

یا روح کا یا نیکی وغیرہ کا تصور ذہن میں پیدا ہو۔ تعلق اور اوراک ایسے تصورات کا منبع ہے۔ یہ بحث علم ذہن کے متعلق ہے۔ علم منطوق سے اسے چند ان تعلق نہیں ہو جاتا چاہیے کہ ذہن میں کئی طرح کی قوتیں پائی جاتی ہیں چنانچہ بعض کا ذکر اس کتاب میں آویگا۔

۲۔ علم منطوق تین امرؤن سے تعلق خاص رکھتا ہے یعنی تصور اور تصدیق اور دلیل جسے پیربان اور حجت بھی کہتے ہیں۔

۳۔ جب کسی شے کے وجود یا ماہیت کا خیال پہلے پہل ذہن میں بذریعہ حواس نہ آئے کہ کسی اور طرح سے گزرے اور اسکو تصور کرتے ہیں مثلاً گوئی درخت یا پتھر جو جس کے وجود کا خیال بذریعہ حواس باصرہ یعنی دیکھنے سے ذہن میں آتا ہے پس اس ہی پتھر یا درخت کے خیال کو تصور کہتے ہیں۔ اسی طرح انصاف محبت وغیرہ کے خیال کو تصور کہیں گے۔

۴۔ علم منطوق میں دوسرا امر تصدیق ہے۔ اگر ذہن میں ایسے دو تصور ہوں جنکے بیچ میں نسبت اثبات یا نفی کے دیجاوے علم منطوق میں اس حکم کو تصدیق کہتے ہیں۔ مثلاً بذریعہ حواس باصرہ کے ایک تو یہ تصور ذہن میں آیا کہ یہ درخت موجود ہے دوسرے بذریعہ اسی حواس کے اس کے رنگ کا تصور آیا پس وہ

تصور ہوئے اب وہ حکم جو ادن و تصور دن کے بیچ میں ہے تصدیق کہلاتا ہے
خواہ وہ اثبات کے ساتھ ہو یا نفی کے ساتھ ہو جیسا کہ یہ درخت سبز ہے
یا یہ سبز نہیں ہے۔

دوسری مثال یہ ہے بذریعہ حواس باصرہ کے ایک پتھر کا تصور آیا اور بذریعہ
حواس لامسہ کے یعنی چھونے سے سردی یا گرمی کا تصور ذہن میں گذرا۔ اب
ادن دونوں تصور دن کے درمیان میں حکم جو ہے اس کو تصدیق کہتے ہیں
خواہ وہ اثبات ہو یا نفی ہو۔ تصدیق بالاثبات کی مثال جیسا کہ ”یہ پتھر ٹھنڈا
ہے یا گرم ہے“ تصدیق بالنفی کی مثال جیسا کہ ”یہ پتھر ٹھنڈا نہیں ہے یا گرم
نہیں ہے“۔

جب تصدیق لکھی جائے یا بولی جائے تب اسے قضیہ کہتے ہیں۔ پس تصدیق
اور قضیہ میں صرف اتنا فرق ہے کہ تصدیق صرف ذہن میں تھی اور قضیہ
جب زبان پر آیا۔

۵۔ تیسرا امر علم منطق میں دلیل ہے جسکو حجت اور برہان بھی کہتے ہیں۔ دلیل
اسکو کہتے ہیں کہ دو یا کئی تصدیقات معلومہ سے مجہول کو نکالیں پس دلیل
تصدیقات سے بنتی ہے۔
مثلاً دو تصدیقات ہیں۔

پہلی۔ کل لوہا بھاری ہوتا ہے

دوسری۔ یہ ڈنڈا لوہے کا ہے

اب ان دو معلوم تصدیقوں سے تیسرا مجہول نکلتا ہے کہ یہ ڈنڈا بھاری ہے
پس بذریعہ دو تصدیقوں معلومہ کے تیسری تصدیق یعنی نتیجہ نکلا۔ دلیل
اس ہی کو کہتے ہیں۔

دوسری مثال۔ کل انسان مرنے والے ہیں

زید عمر بکر انسان ہیں

پس زید عمر بکر مرنے والے ہیں

چنانچہ اس ترتیب سے عقل یا ذہن دوڑانے کو حجت کہتے ہیں۔

۴۔ یہ کتاب تین حصوں پر تقسیم ہے جنہیں تصور اور تصدیق اور دلیل کا مفصل

بیان ہو گا۔ جتنا چاہیے کہ مقصود علم منطق کا اور عقلی قانون کا بیان ہو جو ان

تین باتوں میں پایا جاتا ہے۔

مناسب ہے کہ یہاں پر چند ذہنی حالات اور قوتوں کا بیان کیا جائے۔

۱۔ ذہن یا غور اور اس کو کہتے ہیں جب ذہن خوض و فکر کے ساتھ کسی چیز

یا بات پر لگے مثلث مثلاً کسی چیز پر جو دیکھنے میں آوے یا آواز پر جو سننے میں

آدھے یا کسی کتابی معاملے پر پڑھتے وقت ہم اپنا وہ بیان لگا دین یا غور کریں۔

۲۔ مقابلہ کرنا اوس ذہنی حالت کو کہتے ہیں جس سے ہم دو یا زیادہ چیزوں کو

ایک دوسرے سے مقابلہ کریں۔ پس جب ہم دیکھتے ہیں کہ لوہا لکڑی سی بھاری

ہے زید عمر سے لمبا ہے یا زید عمر سے زیادہ عالم ہے اسی کو مقابلہ کرنا کہتے ہیں

یہاں پر غور کرنا چاہیے کہ مقابلہ کرنے سے تصدیقات نکلتی ہیں۔ ہر ایک تصدیق

اور حجت کی صحت و غلطی مقابلہ پر منحصر ہے اور اگر مقابلہ کرنے میں کسی طرح غلطی ہو جاوے

تو تصدیق اور حجت میں بھی غلطی ہو جائیگی۔

۳۔ ایک اور قوت ذہن میں ہے جسے قوت تفریقی کہنا اچھا ہوگا۔ یہ وہی قوت

ہے کہ جب ہم چاہیں تو کسی چیز کی اور سب خاصیتوں کو چھوڑ کر اوسکی ایک خاصیت

پر لحاظ کریں۔ مثلاً جب ہم چاہیں تو اسی قوت سے لوہے کی اور سب صفتیں یعنی

رنگ اور سختی اور وزن اور بو وغیرہ کو چھوڑ کر صرف اوسکی ایک صفت یعنی

شکل پر لحاظ رکھ سکتے ہیں۔ یا علاوہ اور سب خاصیتوں کے صرف اوس کی

سختی یا وزن پر لحاظ رکھیں۔ اس قوت ذہنی کا بڑا فائدہ آگے معلوم ہوگا۔

۴۔ ایک اور قوت ذہن میں ہے جسے قوت جنسی کہنا اچھا ہوگا۔ یہ وہ قوت

ہے جسکے ذریعہ سے ہم ہر لحاظ عام خاصیتوں کے جو مختلف چیزوں میں پائی جاتی

ہوں ایک نام اون کے واسطے مقرر کر سکتے ہیں۔ مثلاً باوجودیکہ طرح طرح کے

پھول ہیں مگر چونکہ بعضوں میں ایک خاصیت پائی جاتی ہے اس سبب سیراؤن متفرق پھولوں کو گلاب کہتے ہیں۔ اور اسی طرح باد جو دیگر آدمیوں میں مختلف بولی اور رنگ اور قد و قامت وغیرہ ہے مگر یہ لحاظ عام خاصیت کے سب کے واسطے ایک ہی نام یعنی انسان رکھتے ہیں پس یہ وہی قوت جنسی ہے + غور کرنا چاہیے کہ قوت جنسی سے بدو قوت تفریقی کر جنس اور نوع اور فصل بنا سکتے ہیں۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھنا علم منطق میں نہایت پُر ضرور ہے جیسا آگے معلوم ہوگا۔ حاصل یہ ہے کہ ان سب باتوں مذکورہ بالا کے سمجھنے سے اس علم کو سیکھنے اور سمجھ میں کچھ نہ کچھ مدد ضرور پہنچتی ہے۔

۵۔ بولی یعنی قوت ناطقہ کے کچھ بیان کے واسطے یہاں پراچھا موقع معلوم ہوتا ہے۔ خالق نے انسان کو قوت نطق ایسی عطا کی ہے جس سے بذریعہ آواز جس سے کلام بنتا ہے طرح طرح کے تصورات اور خیالات اور اپنی ذہنی حالتیں جو گذرتی رہتی ہیں ظاہر کر سکتا ہے۔ صرف انسان ہی میں یہ قوت ہے۔ حیوان بھی اپنی تکلیفات اور خوف اور غصہ اور خوشی وغیرہ ایک طرح کی آواز سے ظاہر کر سکتے ہیں مگر انہیں وہ قوت نہیں جس سے الفاظ بنا دیں اور کلام کریں لیکن ہزاروں الفاظ یا آوازیں انسان طرح طرح پر استعمال میں لاسکتا ہے تاکہ بیشمار خیالات کو جو دل میں گذرتے رہتے ہیں ظاہر کریں۔

الفاظ۔ مفرد یا مرکب آوازیں ہیں جو انسان کے جوش اور خیالات کی اظہار کے لئے بولے جاتے ہیں۔

دلالت الفاظ۔ دو قسم کی ہے ضمنی اور التزامی۔ ضمنی وہ ہے کہ جس لفظ کو واضح نے کسی معنی کے واسطے وضع کیا ہے اور سپر وہ لفظ دلالت کرے۔ یہ بھی دو طرح پر ہے کیونکہ جس لفظ کو واضح نے کسی معنی کے واسطے وضع کیا ہے اگر وہ لفظ کل معنی موضوع لہ پر دلالت کرتا ہے تو اس دلالت کو دلالت مطابق کہیں گے جیسے لفظ "انسان" کا کہ دلالت کرے حیوان ناطق پر۔ اور اگر جز معنی ہو موضوع لہ پر دلالت کرے تو دلالت ضمنی کہیں گے۔ جیسے لفظ "انسان" کا کہ دلالت کرے حیوان یا ناطق پر۔ التزامی وہ ہے کہ دلالت لفظ کی معنی موضوع لہ پر نہ ہو بلکہ ایسے معنی پر جو اس لفظ کو لازم ہوں جیسے لفظ شیر کا کہ دلالت کرے بہاد۔ پر یا نوشیروان کا عادل پر یا شیطان کا شر پر۔

فصل

تصور کے بیان میں

۱۔ اب تصور کا مفصل بیان ہوتا ہے۔ کسی شے یا بات کے خیال کو تصور کہتے ہیں جیسا کہ کسی آدمی کا خیال جب دیکھنے میں آوے یا کسی چیز کی سختی یا ٹھنڈی پن

کا جب چھوٹے میں آوے جیسے حواس خمسہ سے محسوسات کا تصور ہوتا ہے۔ یہی طرح ادراک باطن یا عقل یا حس باطن سے روح اور نیکی وغیرہ کا تصور ذہن میں پہنچتا ہے۔ تصور کرنے سے وہ معلومات اور خیالات حاصل ہوتے ہیں جو نظر و بحث کے سلسلے سے وابستہ ہوتے ہیں۔

۳۔ تصور یا تو مفرد ہو گا یا مرکب تصور مفرد اسے کہتے ہیں جبکہ ایک چیز یا کئی چیزوں کا خیال علیحدہ علیحدہ بلا علاقہ کے آوے مثلاً آدمی۔ پتھر۔ بہادر می۔ تصور مرکب اسے کہتے ہیں جب دو یا زیادہ چیزوں کا خیال دل میں گذرے مثلث مثلاً تصور گھوڑے پر سوار کا۔ غور کرنا چاہیے کہ اس تصور میں گھوڑے اور سوار کے درمیان علاقہ ہے۔ دوسری مثال منیر پر کی کتاب اوردوات یا بہادر آدمی۔ یہاں تین چیزوں کا تصور علاقہ کے ساتھ ہے اور ابھی کو تصور مرکب کہتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ جب تصور زبان سے صادر ہو تو اسکو لفظ کہیں گے۔

فصل ۲۔

الفاظ کے مفصل بیان میں

جبکہ تصور زبان سے صادر ہوا اسکو لفظ کہتے ہیں مثلث مثلاً دیکھنے سے کسی درخت کی ہنیت کا تصور ذہن میں آوے۔ لفظ درخت جس سے اس تصور کو

ظاہر کیا ملفوظات کہتے ہیں۔ دوسری مثال فرض کرو کہ اگر ذہن میں تصور مٹھاس کا آو
تو اس کی نسبت لفظ مٹھاس بولیں گے۔ واضح ہو کہ لفظ کئی تقسیم پر تقسیم ہے
جس کا بیان آگے آویگا۔

۱۔ لفظ مفرد ہوتا ہے یا مرکب جب کسی تصور کے ظاہر کرنے کو ایک ہی لفظ کافی
ہو یعنی ایک ہی لفظ اس تصور پر دلالت کرے تو اس لفظ کو مفرد کہتے ہیں مثلاً زید
درخت مٹھاس۔ لفظ مرکب اس مرکب لفظ یا فقرے کو کہتے ہیں جس سے ایک تصور
مرکب ظاہر ہوتا ہے جیسے زید بچہ۔ اونچا درخت نارنگی کی مٹھاس وغیرہ۔ بیان
پر دو تصور لفظ مرکب سے ظاہر ہوئے یعنی ایک خاص شخص اور اس کا پیشہ۔
پھر اونچا اور درخت ان دونوں تصوروں کے ظاہر کرنے کو لفظ مرکب اونچا درخت
بولا گیا۔ دوسری مثال مٹھاس اور نارنگی۔ ان دونوں تصوروں کے ظاہر کرنے کو
لفظ مرکب یعنی مٹھی نارنگی بولا گیا۔

جانتا چاہیے کہ لفظ تمام اور نام تمام ہوتا ہے۔ لفظ تمام وہ ہے جو بلا مدد دوسرے
کے اپنے معنی بتلا دے جیسے انسان زید درخت وغیرہ۔ لفظ نام تمام وہ ہے جو بلا مدد کسی
اور لفظ کے اپنے معنی نہ بتلا دے مثلاً حرف کاتے ہیں از وغیرہ۔

۲۔ لفظ یا جزئی یا کلی ہوگا۔ لفظ جزئی اس کو کہتے ہیں جو کسی خاص شخص یا مفرد شے کو بتلا دے جیسا
زید گلکہ۔ درخت جب خاص ناموں سے مراد ہو تو اسکو اصطلاح بخوبی نہیں سمجھنا یا علم کہتے ہیں۔

لفظ کلی اوس کو کہتے ہیں جو بہت سی چیزوں یا اشخاص پر بولا جاسکے جیسا انسان
 سب آدمیوں کے واسطے صادق آتا ہے یا لفظ شہر کہ سب شہروں پر بولا جاتا ہے یا
 لفظ دریا کہ سب دریاؤں کے واسطے مستعمل ہے۔ نحو میں اس کو اسم نکرہ یا اسم عام
 بولتے ہیں۔ جتنی شے یا اشخاص لفظ کلی میں داخل ہیں ان کو اس کے افراد کہتے ہیں
 کلیات کا استعمال اور مفصل بیان آگے آویگا۔

جو کلی کسی جماعت یا گروہ کا نام ہو جیسے فوج لوگ۔ جماعت۔ مجلس۔ اوسے
 اسم جنس کہتے ہیں۔ اسم جنس واحد ہوتا ہے لیکن اس کا استعمال مجموعہ افراد کی واسطے
 آتا ہے ہر فرد کے لئے نہیں آتا۔ مثلاً سپاہیوں کی جماعت کا نام فوج ہے ہر سپاہی
 کو فوج نہیں کہہ سکتے ہیں۔

اسم۔ لفظ یا تو بالنسبت یا بلا نسبت ہوتا ہے۔ لفظ بالنسبت وہ ہے جس کا اور
 کسی لفظ کے ساتھ علاقہ پایا جاسکے۔ مثلاً باپ۔ بیٹا۔ خاوند۔ بادشاہ چنانچہ باپ
 سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بیٹا ہے۔ بیٹے سے باپ کا علاقہ پایا جاتا ہے۔ بادشاہ سے
 نسبت ملک اور رعیت کی طرف سے علیٰ یہ القیاس۔

لفظ بلا نسبت وہ ہے جو بغیر نسبت دوسرے کے ایک شخص یا شے یا خاصیت کو
 بتلاوے مثلاً انسان دریا دانائی وغیرہ۔

۴۔ پھر لفظ تین اور طر حیر ہے یعنی مشترک اور غیر مشترک جس کو بعض مفرد

بھی بولتے ہیں اور مترادف۔ مفرد اوسکو کہتے ہیں جس سے صرف ایک ہی معنی سمجھے جاوے مثلاً انسان دانائی وغیرہ۔

مشترک اوس کو کہتے ہیں جو کئی معنی پر شامل ہو مثلاً بخار کنارہ وغیرہ۔ بخار ہی دو معنی پائے جاتے ہیں ایک تو بیماری کا نام اور ایک وہ جو پانی سے اٹھتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس کنارہ دو چار معنی پاتا ہے یا لفظ بی کا کہ ایک جانور پر اور کواڑ میں جو ہوتی ہے اوس پر بھی بولا جاتا ہے۔

مترادف اوس کو کہتے ہیں جہاں کہ کئی الفاظ ایک ہی معنی پر دلالت کرتے ہیں مثلاً گھر۔ خانہ۔ مسکن ایک ہی معنی پر ہیں۔ اور رہنا بسنا سکونت کرنا ان سب سے ایک ہی معنی ظاہر ہوتے ہیں۔

۵۔ وہ الفاظ متناقضہ ہیں جو بالکل ایک دوسرے سے مخالفت رکھتے ہیں اور جتنی چیزیں خلقت میں موجود ہیں ان دونوں میں سے ایک میں ضرور ہونگی۔ اگر ایک میں ہیں تو دوسرے میں نہیں اور اگر دوسرے میں ہیں تو پہلے میں نہیں یعنی کوئی چیز ان دونوں سے خالی نہیں مثلاً جسمانی اور غیر جسمانی فانی اور غیر فانی مرئی والا اور نہ مرئی والا۔ غور کرنا چاہیے کہ ان لغظوں کے درمیان صرف نفی اور اثبات کا فرق ہے۔ پس جتنی چیزیں خلقت میں ہیں اس طور سے دو تقسیم ہو سکتی ہیں۔ ایسی تقسیم

* یہ مفرد بہ اعتبار الفاظ کے معنی کہیں

اکثر کسی امر کی جستجو یا مباحثہ کے لئے بڑے کام کی سہ مشگل یہ بیماری تپ ہل کی ہے
یا اور بیماریوں میں سے کوئی سہ مگر فلانی فلانی وجہ سے تپ ہل نہیں ہے تو اور جو
بیماریاں رہیں اون کی طرف متوجہ ہوں گے اور کہیں گے کہ ان بیماریوں میں سے
فلانی بیماری ہے یا نہیں مگر کسی سبب سے فلانی بیماری نہیں پس رہیں باقی
بیماریاں۔ غرض یوں تقسیم اور دریافت کرتے کرتے اس حد تک پہنچیں گے کہ اصل
بیماری مل جائیگی اسکو مبالغت الخلو بھی بولتے ہیں۔

۶۔ الفاظ متضادہ وہ ہیں جو آپس میں مخالفت رکھتے ہیں لیکن تناقضہ کی طرح
نہیں کیونکہ اگرچہ دونوں ایک ہی چیز میں شامل نہیں ہو سکتے ہیں تو بھی بعض چیزیں
ایسی ہوتی ہیں کہ ان دونوں سے خالی ہوتی ہیں پس مثل تناقضہ کے ہر شے میں
شامل نہیں ہوتے ہیں مثلاً عقلمند اور بیوقوف عالم اور کم علم اسم متضادہ ہیں کیونکہ
ایک ہی شخص پر دونوں صادق نہیں آ سکتے ہیں مگر ایسی چیزیں ہوں کہ دونوں سے خالی
ہوں مثلاً پھر نہ عقلمند نہ بیوقوف اور بعض آدمی ایسے ہیں کہ نہ عالم نہ کم علم لیکن
درجہ اوسط میں ہیں۔

یہی اصطلاحات الفاظ کی واسطے علم منطق میں اکثر مستعمل ہیں۔

واضح ہو کہ ایک ہی لفظ بلا نسبت اور مفرد اور تناقضہ وغیرہ ہوتا ہے جس اعتبار
سے کہ اس وقت خیال ہو یا درکناس چاہیے کہ دلیل یا مباحثہ میں اول ہر ایک افکار

معنی خوب سمجھنا اور ٹھہراتا چاہئے کیونکہ ایسا کرنے سے بہت سی تقریر اور غلطیوں میں
پڑنے سے بچیں گے۔

لفظ کا مجمل بیان

مفرد یا مرکب	} الفاظ
جذبی یا کُلی	
بالنسبت یا بلا نسبت	
مشترک یا غیر مشترک یا مترادف	
متناقضہ	
متضادہ	

فصل ۳

کلیات یعنی بیان جنس نوع فصل اور عرض

۱۔ واضح ہو کہ جنس اور نوع اور عرض کا بیان الفاظ کے متعلق ہے اور منطق کے
سمجھنے کے واسطے پر ضرور ہے الفاظ کُلی سے جنس اور نوع وغیرہ بنائے جاتے ہیں مثلاً
جب کئی چیزوں کے واسطے بلحاظ ایک یا زیادہ صفاتوں کے ایک نام مقرر کیا جاوے
اوس کو جنس اور نوع کہتے ہیں۔

نوع کی بہ نسبت جنس کے افراد زیادہ ہوتے ہیں کیونکہ ایک جنس میں کئی نوع ہوتی ہیں مثلاً مثلاً حیوان ایک جنس ہے جس میں جتنی چیزیں جاندار و متحرک بالارادہ ہیں شامل ہیں۔ اور اس جنس میں کئی نوع شامل ہیں جیسے انسان اور چوہا پائے اور پرند وغیرہ۔

جاننا چاہیے کہ نوع بھی کئی فصلوں پر تقسیم ہو سکتی ہے پھر اس حال میں لمجاظا و فصائل کے وہ ایک جنس ہے۔ مثلاً چوپایہ ایک نوع ہے جس میں چار ٹانگ والے جانور داخل ہیں اور انہیں کوئی عمل فصل پر بانٹ سکتے ہیں مثلاً گھوڑے بھیڑیں کتے وغیرہ۔ پس یہ سب فصلیں نوع ہو جاتی ہیں اور ان کی بہ نسبت وہ لفظ چوپایہ جو کہ نوع تھا اب جنس ہوا۔

پھر اگر گھوڑے کی طرف خیال کرو یہ بھی کئی طرح پر ہو سکتا ہے جیسا عربی کاٹلی ترکی وغیرہ پس اب اس صورت میں گھوڑا بھی بہ اعتبار ان قسموں کے جنس ہوا اور علی ہذا القیاس۔

خیال کرنا چاہیے کہ جنس ہمیشہ نوع سے بڑی اور نوع اس سے چھوٹی ہے۔ اور کوئی جنس ہو اگر اوپر والی جس کی طرف خیال کیا جاوے تو یہ بہ اعتبار اس کے نوع ہے چنانچہ گھوڑا اگرچہ لمجاظا ہے اصناف یعنی قسم قسم کے گھوڑوں کی جنس ہے تاہم لمجاظا چوپاؤں کی ایک نوع ہے اور یہ بھی بمجانا حیوان کے ایک نوع ہے۔

عموم و خصوص دو ایسی نسبتیں ہیں کہ جنس و نوع کی تعریف میں دو معنی کے اظہار کے لئے استعمال کیجاتی ہیں۔ عموم سے معنی کی وسعت و گنجائش مراد ہوتی ہے اور خصوص سے مراد اداون معنی کی تخصیص ہے جو کسی کلمہ میں ہونا چاہئے۔ پس نسبت معنی کے اعتبار سے ہر جنس اپنے ماتحت نوع سے عام تر ہوتی ہے کیونکہ اوسکے معنی میں وسعت زیادہ ہوتی ہے۔ اسی طرح ماتحت کلی میں تخصیص کی نسبت زیادہ ہوتی ہے مثلاً حیوان ایک جنس کلی ہے کہ اوس کے افراد بہ نسبت ایک نوع کلی یعنی انسان کے زیادہ ہیں۔ مگر انسان ایسی کلی ہے کہ اوس کے معنی اور نسبتیں حیوان سے زیادہ ہیں۔ جہاں کہیں انسان صادق آویگا حیوانیت بھی ادا سپرد آویگی۔ اسی معنی میں یہ کہا گیا ہے کہ جہاں خاص کلی پائی جاگی عام کلی ضرور پائی جاگی یعنی عام خاص کا چیز ہوا یا جیسا کہ ارسطاطالیس کا قول ہے کہ انسان میں حیوان موجود ہے۔

مثال اجناس اور انواع کی

جنس	انواع
	چوپائے
	پرندے
حیوان	کیڑے مکوڑے
	مہلیاں وغیرہ

یا اگر چوپائے ایک جنس قرار دے جائیں تب یوں ہوگا۔

جنس	انواع
چوپائے	گھوڑے
	بھیرین
	سکے
	شیر و غیرہ

جنس	انواع
آم	دلیسی
	بہی
	م
	مالہ

۲۔ واضح ہو کہ جو جنس کسی جنس کے اوپر ہو اس کو جنس اعلیٰ کہتے ہیں اور جو کسی کے نیچے ہو جنس ادنیٰ کہتے ہیں اور جو سب کے اوپر ہے اس کو جنس لاجناس اور جو سب سے نیچے ہے اس کو نوع ساقل کہتے ہیں۔ جتنی جنسین جنس لاجناس اور جنس ساقل کے درمیان ہیں ان کو اجناس متوسط کہتے ہیں۔ جو جنس کہ ایک جنس کے عین اوپر ہو جنس قریب کہتے ہیں اور جو جنس کہ جنس قریب کے عین اوپر ہو اس کو پہلی جنس کی نسبت جنس بعید کہتے ہیں۔ جتنے انواع کہ ماتحت ایک جنس کے داخل ہیں ان کو برابر کی کہتے ہیں۔

پس اجناس اور انواع کی اقسام یہ ہیں



اعلیٰ	جنس	
ادنیٰ		
الاجناس		
سافل		
متوسط	نوع	
اقرب		
بعید		
ذو سفل		
انواع متساویہ		

ان کا مطلب بخوبی بہن نشین کرنا چاہیے۔ ایک مثال سے زیادہ صاف ہو گا۔

حیوان	عربی	گھوڑے	چوپائے
	کابلی		
	ترکی وغیرہ		
		بھیرین	پرند
		سکتے وغیرہ	پھلیان
			کیڑے مکوڑے

اب اس میں گھوڑے کی نسبت چوپائے جنس اعلیٰ اور عربی ادنیٰ ہے اور تقسیم مذکورہ میں حیوان جنس الاجناس اور عربی کابلی وغیرہ نوع سافل ہیں۔ چوپائے اور گھوڑے چونکہ جنس الاجناس اور نوع سافل کے درمیان ہیں جنس وسط ہیں۔ چوپائے گھوڑے کی جنس قریب ہے اور حیوان ادنیٰ کی جنس بعید اور گھوڑے بھیرین کتے برابر کی جنسین ہیں ویسے ہی چوپائے پرند پھلیان اور کیڑے مکوڑے ہیں۔

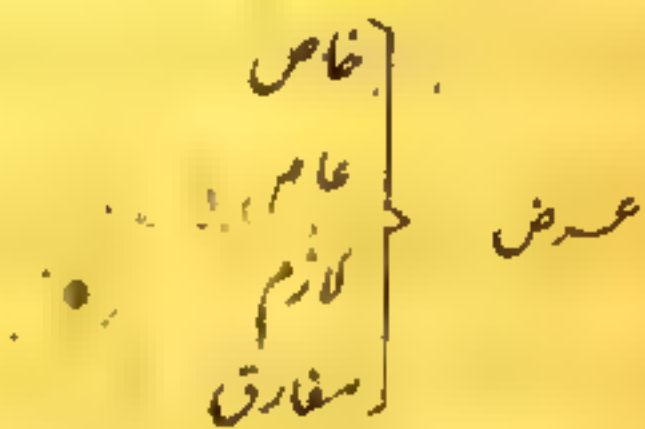
تقسیم اجناس اور انواع کی درستی کے ساتھ خاص کر کے ایک ہی بات پر منحصر
یعنی فصل پر۔

۳۔ فصل وہ ہے جو ایک جنس کو اوس کے مشترکات یعنی اور جنس یا نوع سے جا
کروے فصل میں ایک یا زیادہ صفتیں تمیز کے لئے مقرب ہیں مثلاً حیوان اگر جنس قرار دیا جائے
جس میں کئی ایک قسم کے جاندار شامل ہیں جنہیں ایک انسان سمجھتا ہے صورت میں قوت
ناطقہ اوس کی ایک فصل ہے جس کے سبب سے حیوانوں میں انسان کو حیوان نامی
کے ہیں۔ علی ہذا حیوانوں کی پرند بھی ایک جنس ہے جس کے پر اور بازو ہیں اور
ان پر وں اور بازو کی جہت سے پرندوں کو اور حیوانوں سے تمیز ہوتی ہے پس اسی
نظر سے اون کو فصل کہتے ہیں اور اون جانداروں کو جنہیں یہ بات ہے پرند بولتے ہیں۔
اگر خیال کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ نوع جنس اور فصل سے بنتی ہے۔ مثلاً مثلاً حیوان
ایک جنس ہے بحیال جان کے اور اوس کے نیچے پرند ایک نوع ہے اس خیال سے
کہ اوس کے پر ہیں۔ پس صاف معلوم ہے کہ نوع پرند دو خیال جنس اور فصل سے بنی
ہے یعنی اوس نوع میں جان ہے اور پر ہیں۔

۴۔ عرض کے بیان میں عرض اوس کو کہتے ہیں جو ہر یعنی ذات سے خارج
ہو۔ مثلاً دم لینا اور بولنا انسان کی ذات سے خارج ہے یعنی انسانیت ان پر
موقوف نہیں پس وہ عرضی ہوا۔ جب کوئی صفت یا خاصیت کسی نوع میں پائی جاوے

لیکن اوس کی ذات یعنی ماہیت سے خارج ہے پس اگر ایک نوع کے افراد میں خواہ کل افراد میں یا بعض میں پائی جاوے تو اوس کو خاصہ کہتے ہیں۔ اور ایک نوع سے زیادہ میں پائی جاوے تو اوس کو عرض عام کہتے ہیں مثلاً خاص شان سے کثرا ہو کر چلنا کہ صرف انسان کے افراد میں پایا جاتا ہے خاصہ ہے لیکن دم لینا سولے انسان کے اور انواع میں بھی پایا جاتا ہے اس لئے عرض عام ہوا۔

اگر وہ صفت یا خاصیت نوع کی افراد سے جدا نہ ہو سکے اوسکو عرض لازم اور اگر جدا ہو سکے اوسکو عرض مفارق کہتے ہیں۔ مثال پہلے کی زید کلکتہ میں پیدا ہوا پیدا ہونا کلکتہ میں زید سے جدا ہو نہیں سکتا۔ علی ہذا القیاس دم لینا اور کھڑے ہو کر چلنا۔ مثال دوسری عرض مفارق کی۔ جیسا زید چلتا ہے۔ یہ کچھ ضرور نہیں کہ زید ہمیشہ چلتا رہے کیونکہ کہی لیٹا ہو یا بیٹھا ہو۔ عرض کی تقسیم ذیل میں ہے۔



۵۔ جنس اور نوع اور فصل اور عرض عام اور خاصہ انکو پانچ کلی کہتے ہیں۔ یہ اعلیٰ ترین محمول ہونے کی حیثیت رکھتی ہیں کیونکہ قضایا میں محمول کا تعلق موضوع سے ظاہر کرتی ہیں۔ پس اگر کسی قضیہ میں کوئی عام کلی محمول واقع ہوا اور موضوع خاص

نظمی ہوتا وہ عام کلی جیسے ہوتی ہے مثلاً انسان حیوان ہے یہاں حیوان جنس ہے۔
 ورنہ ایک کسی قضیہ میں کوئی عام کلی محمول ہو اور اس کا موضوع ایک فرد ہو تو وہ کلی
 خارج ہوتی ہے جیسے ”زید انسان ہے“ جیسے کسی عام کلی سے کہ محمول واقع ہو کوئی
 نسبت یا یہ کہ یہاں نہ نسبت لگائی جاوے جس سے موضوع کو تمام اجناس
 یا انفرادیات سے تمیز ہو ورنہ محمول کا جز خاصہ فصل ہوتا ہے جیسے انسان
 یا نقل جاندار ہے۔ یہاں ”ذاتی نقل“ کا لفظ انسان کو اور جانداروں سے مخصوص کرتا
 ہے جب تمناں یا اس کا کوئی جز موضوع کو لازم ہے لیکن اس کی ذات سے خارج ہی
 ہونے پر غرض ہوتا ہے مثلاً انسان ہمہ غرض ہے۔

سب تمناں یا اس کا کوئی جز موضوع سے اتفاقی تعلق رکھتا ہے تو محمول خاصہ ہوتا ہے
 جیسے ”زید چلتا ہے“ یا ”زید کلکتہ میں پیدا ہوا۔“

۱۔ کلیوں کی نسبت عربی منطقین کی رائے چار طرح کی ہے تساوی۔ تباین۔ عموم و
 خصوص مطلق۔ عموم خصوص من وجہ۔ دو کلیوں میں تساوی کی نسبت اس وقت
 ہوتی ہے کہ دونوں کے مصداق دونوں کے افراد ایک ہوں مثلاً ”انسان“ اور
 ”شہنشاہ“ تباین اس وقت کہتے ہیں کہ دو کلیوں کے مصداق دونوں کے افراد
 علیحدہ علیحدہ ہوں جیسے پتھر اور درخت۔ عموم خصوص مطلق وہ ہے کہ ایک کلی عام
 اور دوسری خاص۔ یہاں خاص کلی صادق آئے اور جو چیز خاص کلی کی نہ ہو

عام کٹی بھی اوسپر صادق آئے اور وہ چیز اوس عام کٹی کی بھی فرد ہو مگر اسکا عکس
نہیں مثلاً جاندار اور انسان +

عموم و خصوص میں وجہ اوسے کہتے ہیں کہ ایک کٹی دوسری کٹی کی نسبت ایک حیثیت سے
خاص اور دوسری حیثیت سے عام ہو مثلاً جاندار اور سفید رنگ۔

فصل ۴

معرف کے بیان میں

۱۔ معرف جسے قول شارح بھی کہتے ہیں اسکا بیان چونکہ متعلق الفاظ کے ہے
اور اس لحاظ سے جنس نوع فصل وغیرہ سے علاقہ رکھتا ہے اس سبب سے اوسکا
جانتا علم منطق میں بہت ضرور ہے۔

معرف کسی لفظ کے حدباندھنے کو کہتے ہیں۔ رسالہ شمسیہ میں اس کی تعریف
یوں ہے۔

”معرف شے کا وہ ہے کہ جب اوسے پہچان لین تو وہ شے پہچان میں آجاوے
یا اوس شے کو اوسکے ماسوا سے تمیز ہو جائے۔“

علم منطق میں جب اسکا استعمال الفاظ کے واسطے کیا جاوے تو یہ مراد ہوتی ہے

کہ بیان یا تعریف ہونا اور الفاظ کا اس طور سے کہ اور دونوں سے تمیز ہو جاوے
 کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک لفظ کی تعریف کسی آسان لفظ سے جسے لوگ خوب سمجھتے
 ہیں کی جاتی ہے مثلاً اگر گدہ کی گینڈے سے یا غنم کی مکاری سے یا سفر حل کی مرد
 سے۔ یہ بہت ضرور ہے کہ مباحثے میں لفظوں کے ٹھیک ٹھیک معنی مقرر کیے جاویں
 کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک لفظ کے کوئی کچھ معنی لیتا ہے اور کوئی کچھ اس باعث
 سے تفرقہ اور غلطی پڑ جاتی ہے۔

۲۔ اکثر منطقین کے نزدیک معرفت میں دو باتیں پائی جاتی ہیں یعنی جنس اور
 فصل۔ جنس اور فصل کے بلانے سے معرفت بنتا ہے مثلاً انسان کا معرفت
 حیوان ناطق ہے۔ اب یہاں پر حیوان جنس ہے جو فصل ناطق سے ملکر معرفت
 انسان کا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ حیوان ناطق جو معرفت ہے انسان کی جنس اور
 فصل سے بنا۔

دوسری مثال۔ مہی کا آم ایک آم ہے جو کہ دراصل مہی کی طرف سے آیا تھا پس
 اس جگہ لفظ آم جنس ہے اور لفظ مہی اوسکا فصل ہے جو اس آم کو اور ونسے تمیز دیتا
 ہے۔ رسالہ شمسہ میں معرفت کا بیان یوں ہے کہ فرض کیجئے کہ انسان معرفت ہے
 اگر اوسکی تعریف میں کہا جاوے کہ وہ حیوان ناطق ہے تو یہ اوس کی حد نام ہوئی
 کیونکہ حیوان جنس قریب اور ناطق فصل قریب سے ملکر مہی اور اگر کہا جاوے کہ

وہ ناطق ہے یا جنس ناطق ہے تو یہ اوس کی حد ناقص ہونی کیونکہ تری فصل قریب
یعنی ناطق سے یا جنس بعید یعنی جسم اور فصل قریب یعنی ناطق دونوں سے ملکر بنی
ہے۔ اگر انسان کی تعریف میں کہا جاوے کہ وہ حیوان خاصک (ہنسنے والا) ہے
تو یہ اوس کی رسم نام ہونی کیونکہ حیوان جنس قریب اور خاصک خاصہ سے بنی اور
اگر اوسکی تعریف میں نر خاصک یا جسم خاصک کہا جاوے تو رسم ناقص ہوئی کیونکہ
نر سے خاصہ خاصک یا جنس بعید جسم اور خاصہ خاصک سے ملکر بنی۔ نقشہ ذیل سے
اسکی تقسیم ناظر کو اشکارا ہوگی۔

معرف



۳۔ جانتا چاہیے کہ معرف خاصک و طور پر ہوتا ہے یا تو معرف کسی حقیقی یا فرضی شے کا
تام اور معنی بتلاتا یا اوس کی حقیقت کو مفصلاً ظاہر کرتا ہر مثلاً کوئی کہو کہ دو بین ایک لہ وور کی
چیزیں دیکھ کر لہو ہے تو معرف اوسکا نام اور کام معلوم ہوا اور اگر کوئی کہو یہ شے اس طور
پر فلانی فلانی چیز سے بنی ہے تو اوس کی حقیقت معلوم ہوئی۔ مثال ایک فرضی چیز
کی یہ ہے کہ عنقا ایک جانور دراز گردن ہے جسکا وجود فرضی ہے کیونکہ کسینے اوسے دیکھا
نہیں ہوا عنقا اوسے اس سبب سے کہ طویل العنق یعنی دراز گردن ہوا ہے۔ فاسی میں دیکھا کہ طویل

معروف کے اقسام اور بھی ہیں لیکن ان اقسام کا جانتا علم منطق کے جاننے
کے واسطے چند ان ضروری نہیں بخوف لطوالت ان کی بحث اس مقام سے
چھوڑ دی ہے۔

قواعد معروف

معروف کے بنائے میں چند قواعد ہیں چنانچہ انہیں میں سرود قواعد دن
کو جو سامان ضروری ہیں یہاں پر بیان کیا جاتا ہے۔

پہلا ضروری چاہیے کہ معروف تمام ہو جسکو بعض منطقیین صد تمام بولتے ہیں یعنی اپنی
کس افراد کو جامع ہو اور غیر کے داخل ہونے کو منع کرے مثلاً اگر کوئی نقد کے معنی
یون بتلا دے کہ وہ ایک دہات کی چیز ہے تو یہ تعریف جامع نہیں ہے کیونکہ نقد میں
کوڑیاں بھی داخل ہیں حالانکہ وہ دہات کی نہیں ہیں۔ یا اگر کوئی یون بولے کہ
نقد ایک چیز ہے جس سے جنس خریدی جاتی ہے تو یہ غیر کو داخل ہونے سے منع
نہیں کرتا کیونکہ اناج وغیرہ سے بھی اور جنس خریدی جاتی ہے پس اب اس صورت
میں غیر افراد بھی اس تعریف میں داخل ہوئے جاتے ہیں۔ اس لئے یہ معروف
تامم نہوگا۔

دوسرا۔ چاہیے کہ معروف اس چیز سے جس کے معنی بتلاتا ہر صاف

ہو ورنہ اس چیز کی شرح بخوبی ظاہر نہ کر گیا اس واسطے اگر ممکن ہو معرفت مجاز سی اور
بیچیدہ نہ ہو۔ اگر این دونوں قاعدوں پر بخوبی لحاظ رہے تو ہر لفظ کے معنی اسیر صاف
رہیں گے کہ غلطی و خطائے پریگی *

اب ہم متوجہ ہوتے ہیں طرف بیان تصدیقات کو جو کہ تصورات سے بنتے ہیں۔

حصہ دوم

قضیہ

فصل ۱

بیان قضیوں کا اور اذن کے اقسام

۱۔ جب تصدیق زبان سے صادر ہو تو اس کو قضیہ کہتے ہیں۔ بعض لوگ قضیہ کی

* رسالہ شمس میں معرفت کے قاعدے اس طرح ہیں ۱۔ یہ درست نہیں ہے کہ معرفت نفس ہیئت ہو کیونکہ معرفت
معرفت سے پہلے معلوم ہوتا ہے اور کوئی شے اپنی ذات سے پہچانی نہیں جاتی ۲۔ نہ معرفت ایسا چاہی جو معرفت
سے عام تر یا خاص تر ہو بلکہ دونوں مجموعہ خاص میں برابر ہوں ۳۔ یکسی شے کی تعریف ایسے لفظوں سے
ہونا چاہیے جو معرفت اور جہالت میں مساوی ہوں ۴۔ نہ تعریف شے کی ایسی شے سے ہونا چاہیے کہ وہ
غیر شے اول کے پہچان میں نہیں آتی ہے ۵۔ الفاظ وحشی و غریب جس سے سامع مطلب پر نہ پہونچے
استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

تعریف یوں لگتے ہیں کہ کئی لفظوں سے مرکب ہوا اور احتمال جھوٹھ اور سیج کا پایا جاوے
علم منطق میں قضیہ ایک جمایہ یا یہ ہے یعنی وہ ایسا جمایہ ہے کہ نہ واسطے سوال نہ امر نہ
التجائے کے بلکہ صرف واسطے بیان کے ہووے۔

۲۔ قضیہ کئی لفظوں سے مرکب ہوتا ہے اور جھوٹھ اور سیج کا احتمال اوہ میں پایا جاتا
ہے مثلاً ”درخت سنبر ہے“ یہ قضیہ مرکب۔ درخت اور سنبر سے ہے۔ جسمین لفظ ”ہے“
کا واسطے نسبت کے آیا ہے۔ قضیہ میں تین جز ہوتے ہیں یعنی موضوع اور محمول
اور نسبت حکمیہ *

سہ خلع او سا کو کہتے ہیں جس کی نسبت کچھ کہا جاوے خواہ اثبات کے ساتھ ہو یا
نفی کے ساتھ مثلاً ”یہ درخت سنبر ہے“ یہاں پر درخت موضوع ہے جسکی نسبت
کچھ بیان ہے یعنی کہ وہ ”سنبر“ ہے اور محمول وہ ہے جو موضوع کی نسبت کہا گیا ہو۔
قضیہ مذکور میں لفظ ”سنبر“ جو آیا ہے محمول ہے، نسبت حکمی وہ ہے جسکے ذریعے سے
موضوع پر محمول کے درمیان میں واقفیت یا ناواقفیت پائی جاتی ہے مثلاً ”درخت
سنبر ہے“ یہاں پر لفظ ”سنبر“ کا نسبت حکمی پر دلالت کرتا ہے + واضح ہو کہ جو الفاظ

بعض منطقیین ”موضوع“ ”محمول“ کو محکوم علیہ اور محکوم بہ اور جو لفظ نسبت حکمی پر دلالت کرتا ہے
اور اسے رابطہ علیہ کہتے ہیں۔ بخون کی اصطلاح میں موضوع کو محکوم علیہ اور سندہ والیہ اور مبتدأ اور
محمول کو محکوم بہ اور خبر اور نسبت حکمیہ کو اسناد اور جو لفظ اسناد پر دلالت کرتا ہے اسے
حرف ربط کہتے ہیں۔

نسبت حکمیہ پر دلالت کرتے ہیں وہ مصر رہونا سے ہمیشہ ہوتے ہیں مگر یہ نہیں کہ سب جگہ ظاہر ہو کیونکہ بعض جگہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ حکم ہوتی ہے۔ مثلاً۔ ”پرند اور جادو یگانہ۔“ اس میں ہونا حکماً پایا جاتا ہے کیونکہ حقیقت اس کا مطلب یوں ہے کہ ”پرند کا اور نام ہوگا۔“ نیز کرنا چاہیے کہ بعض جگہ محمول اور نسبت حکمیہ ایک ہی ہوتی ہیں جیسا کہ کوئی کہے کہ ”زید جاتا ہے“ یہاں ”پر جاتا ہے“ محمول اور نسبت حکمیہ دونوں سے۔ نیز حکم قضیہ میں تین جز ہوتے ہیں یعنی موضوع اور محمول اور نسبت حکمیہ مثلاً ”زید عالم ہے“ یہاں نیز ”زید“ موضوع اور عالم محمول اور ہے نسبت حکمیہ۔ مثلاً ”ہندوستان میں حکومت کی تھی۔“ یہاں لفظ ”مغلون“ کا موضوع اور حکومت محمول اور کی تھی نسبت حکمیہ۔

اقسام قضیہ

قضیہ کئی طرح سے جس کا سمجھنا علم منطق میں پرفرور ہے۔

۱۔ قضیہ یا مفرد ہوتا ہے یا مرکب۔ قضیہ مفرد وہ ہے جس کا موضوع اور محمول مفرد ہو مثلاً ”زید عالم ہے“ یہاں پر تو با جو موضوع اور لفظ سخت کا جو محمول ہے دونوں مفرد ہیں۔

قضیہ مرکب وہ ہے کہ جس میں کم سے کم دو موضوع یا دو محمول ہوں یا موضوع اور محمول دونوں کم سے کم دو ہوں۔ اس قضیہ کو جدا کر کے کئی ایک قضیہ

بناسکتے ہیں مثلاً "چوپائے پرند اور کثیرے مکوڑے جاندار ہیں" غور کرنا چاہیو کہ دراصل اس قضیہ میں تین موضوع ہیں یعنی چوپائے اور پرند اور کثیرے مکوڑے اور تین قضیے بن سکتے ہیں مثلاً۔

چوپائے جاندار ہیں

پرند جاندار ہیں

کثیرے مکوڑے جاندار ہیں

مثال دوسری۔ انسان اور فرشتے ذی عقل اور عابد ہیں۔ یہاں پر موضوع ایک محمول دونوں دونوں ہیں۔ اس قضیہ مرکبہ کو جدا کر کے چار قضیہ مفردہ بنا سکتے ہیں مثلاً۔

انسان ذی عقل ہے

انسان عابد ہے

فرشتے ذی عقل ہیں

فرشتے عابد ہیں

جانتا چاہیے کہ بعضے قضیے ایسے ہیں کہ صورت میں مرکب ہیں لیکن درحقیقت مرکب نہیں مفرد ہیں مثلاً "نغم اور خوشی آپس میں مخالف ہیں" یہ کوئی کہہ نہیں سکتا کہ نغم مخالف ہے یا خوشی مخالف ہے۔ اگر چاہیں کہ اس قضیہ کے دو قضیہ مفردہ بنا دیں تو نہیں ہو سکتا کیونکہ دراصل وہ مفرد ہے۔

۲۔ قضیہ یا موجبہ ہو گا یا سالبہ۔ قضیہ موجبہ اسکو کہتے ہیں جب موضوع اور محمول کے درمیان موافقت ہو یعنی اونکے بیچ میں نسبت اثبات پائی جاوے مثلاً "برف ٹھنڈا ہے" "آب ہے"۔

قضیہ سالبہ وہ ہے جسکے موضوع اور محمول میں ناموافقیت ہو یعنی اوٹکے چچ میں نسبت نفی پائی جائے مثلاً آگ ٹھنڈی نہیں ہے۔ ب نہیں ہے۔

قضیہ بموجب اپنے نسبت حکمیہ کے موجب یا سالبہ ہوتا ہے یعنی جیسا کہ اقرار یا انکار محمول کا موضوع کے واسطے ہو مثلاً خدا اگر حکم کو نہ مانتا گناہ ہے یہ قضیہ درحقیقت موجب ہے کیونکہ لفظ گناہ کا جو محمول ہے موضوع کے اقرار میں آیا ہے انکار میں نہیں۔

بعض سالبون میں علامت نفی کی ایسے موقع پر ہوتی ہے کہ اوسکا سالبہ ہونا بخوبی معلوم نہیں ہوتا مثلاً نہ تمام انسان نہ فرشتے کسی گناہ سے پاک کر سکتے ہیں ایسے قضیہ کو محدود کہتے ہیں۔

یہاں پر علامت نفی کی سب سے پہلے آئی اور فعل سے دور ہے۔ اگر قضیہ بموجب عام محاورے کے بولا جاوے تو یوں ہوگا تمام انسان اور فرشتے کسی گناہ سے پاک نہ کر سکتے ہیں۔ ایسے قضیوں کو ترتیب اور پیچیدگی مطلب کو سمجھ لینا چاہیے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہر قضیہ دو حال سے خالی نہیں یا تو موجب ہوگا یا سالبہ ہوگا۔ قضیوں کے ایجاب و سلب کو کیف قضیہ کہتے ہیں۔

۳۔ قضیہ کلیہ ہوگا یا جزئیہ ہوگا۔

قضیہ کلیہ وہ ہے جسکا محمول موضوع کے تمام افراد کے اقرار یا انکار میں آوری یعنی

محمول موافقت یا ناموافقت رکھتے تمام موضوع سے۔ یا اس طرح اور اسکا بیان سمجھو
 کہ قضیہ کلی میں محمول کل موضوع پر بولا جاوے مثلاً کل انسان مرنا والے ہیں۔
 یہ قضیہ کلیہ ہے اس لئے کہ لفظ مرنا غیر اسے کہ جو محمول ہے کل موضوع کے واسطے جو
 انسان سمجھا گیا ہے یعنی لفظ مرنے والے کا صرف ایک آدمی کے واسطے نہیں بلکہ
 انسان کے واسطے آیا ہے کل۔ اب بے یہ قضیہ کلیہ ہے۔ ایک اور مثال
 دیجانی ہے انسان درخت نہیں ہے یہ بھی قضیہ کلیہ ہے کیونکہ یہاں پر لفظ درخت
 کا تمام موضوع یعنی انسان کے انکار میں آیا کوئی آ۔ ب۔ نہیں ہے۔ یہ بھی قضیہ
 کلیہ ہے۔ سب تمام ہر ایک کوئی نہیں وغیرہ جو لفظ ہیں ان سے قضیہ کی کلیت
 ثابت ہوتی ہے۔

بہر قضیہ کلی میں علامت کلیت کی لفظاً موجود نہ ہو اور اسکو مہملہ کہتے ہیں مثلاً بھیرن
 چوپائے ہیں اب یہاں پر باوجودیکہ علامت کلیت کی موجود نہیں پھر بھی صاف
 معلوم ہوتا ہے کہ مطلب سب بھیرن سے ہے۔

جھوٹ بولنے والے گنہگار ہیں

جانور ذلیل نہیں ہیں

یہاں پر بھی کلیت سمجھی جاتی ہے اگرچہ ظاہر میں کوئی لفظ نہیں ہو۔ غرض یہ کہ جہاں
 کلیت کا کوئی لفظ نہ آیا جاوے تو دل پہ صرف مطلب سے سمجھیں گے۔

قضیہ تجزیہ وہ ہے جس کے موضوع کے بعض افراد اے جانیں یعنی محمول موضوع کے کل افراد کے واسطے نہ آیا ہو بلکہ بعض افراد کے واسطے۔ مثلاً۔ بعض عیسائی مسیح کے سچے پیرو نہیں ہیں۔

اس مثال میں چونکہ فقرہ ”سچے پیرو“ کا جو محمول ہے ”بعض عیسائیوں“ کے انکار میں جو موضوع واقع ہوا ہے آیا ہے اس سبب سے اس قضیہ کو جزئیہ کہتے ہیں۔ غرضکہ اس جگہ پر محمول موضوع کے بعض افراد کے انکار میں آیا ہے یعنی سب عیسائیوں کے واسطے نہیں۔

دوسری مثال۔ بہت آدمی بہادر ہیں۔ بعض ا۔ ب ہیں۔ یہ بھی قضیہ جزئیہ ہیں کیونکہ لفظ بہادر کا جو محمول ہے کل انسان کے واسطے صادق نہیں آیا ہے اور اسی طرح محمول ب کل موضوع آپر دلالت نہیں کرتا غرض ہم دیکھتے ہیں کہ قضیہ جزئیہ میں موضوع کے بعض افراد پر دلالت ہوتی ہے خواہ بالاثبات ہو یا بالنفی جزئیت کی علامتیں بعض کچھ وغیرہ ہیں۔

بعض قضیہ جزئیہ بھی منسلک ہوتے ہیں یعنی لفظ جزئیت کے بعض کچھ وغیرہ او نہیں نہیں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً ”آدمی شاعر ہوتے ہیں“ ”ہندو بت پرست ہیں“۔ دونوں قضیے منسلک ہیں کیونکہ یہ طلب نہیں ہو سکتا ہو کہ تمام انسان شاعر ہیں کیونکہ ہر آدمی ایسی ہیں جنکو شعر کہنا نہیں آتا اور ہندوؤں میں بھی ایسے ہیں کہ بت پرست نہیں ہیں۔

ایسے قضیوں کی کلیت یا جزیت صرف مطلب سے معلوم ہوتی ہے قضیہ متحملہ کی کلیت اور جزیت کا مقرر کرنا علم منطق کی غرض نہیں۔ اسکی غرض صرف اتنی ہے کہ جب ہم قضیوں کی کلیت اور جزیت قرار دیکر یا بعد گزرب دین اور پھر ضرب دین سے جو نتیجہ نکلے اسکی صحت یا عدم صحت کا بتلانا۔

اب اس موقع پر خیال رکھنا ضرور چاہئے کہ ہر قضیہ یا موجبہ ہوگا یا سالبہ ہوگا اور ہر واحد و انون میں سے یا کلیہ ہوگا یا جزئیہ۔ پس ایک ہی موضوع اور محمول سے ہم چار قضیے بنا سکتے ہیں۔

موجبہ کلیہ
سالبہ کلیہ
موجبہ جزئیہ
سالبہ جزئیہ

اب ان چاروں صورتوں کے واسطے یہ حروف مقرر کیے جاتے ہیں یعنی۔

م۔ ک جس سے مراد موجبہ کلیہ مثلاً کل ا۔ ب ہے
س۔ ک جس سے مراد سالبہ کلیہ ” کوئی ا۔ ب نہیں ہے
م۔ ج جس سے مراد موجبہ جزئیہ ” بعض ا۔ ب ہے
س۔ ج جس سے مراد سالبہ جزئیہ ” بعض ا۔ ب نہیں ہے

* سرورہم ملین نام اب نے قضیوں کی چار صورتیں مذکورہ کے علاوہ چار اور صورتیں نکالی ہیں جنہیں محمول کے حال سے بحث ہوتی ہے یعنی کہ وہ کلی ہے یا جزئی۔ اس بیان سے آٹھ صورتیں ہو جاتی ہیں مثلاً۔

۴۔ قضیہ یا حکمیہ ہوتا ہے یا شرطیہ

”قضیہ حلیہ میں شرط نہیں ہے یعنی اثبات یا نفی بلا شرط پائی جاتی ہے مثلاً انسان مرزا والا ہے اور روح فانی نہیں ہے“ اگر ب نہیں ہے

قضیہ شرطیہ وہ ہے جس میں شرط ہو اسکی دو قسمیں ہیں متصلہ اور منفصلہ

قضیہ متصلہ وہ ہے جس میں صدق و دوسرے قضیے کا اول پر متوقف ہو

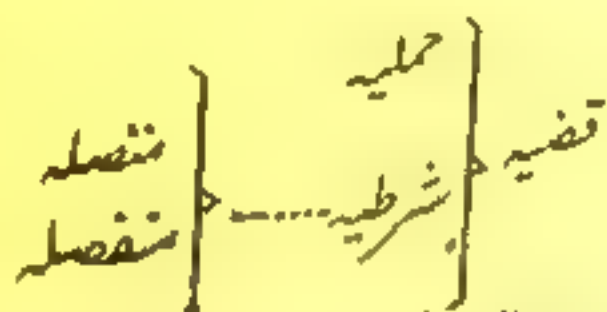
مثلاً اگر زید دوا کھائے تو اچھا ہو جائے گا اگر ا ب ہے تو وہ ج ہے

موضوع اور محمول دونوں م ک = کل ا۔ کل ب ہے
موضوع م ک اور محمول م ج = کل ا۔ بعض ب ہے
موضوع م ک اور محمول م ک = کوئی ا کوئی ب نہیں
موضوع م ک اور محمول م ج = کوئی ا۔ بعض ب نہیں
موضوع م ج اور محمول م ک = بعض ا۔ کل ب ہے
موضوع و محمول دونوں م ج = بعض ا۔ بعض ب ہے
موضوع م ج اور محمول م ک = بعض ا۔ کوئی ب نہیں
موضوع م ج اور محمول م ج = بعض ا۔ بعض ب نہیں ہے

جاننا چاہئے کہ الفاظ کل اور بعض جو موضوع کی کیفیت بتاتے ہیں محمول کے ساتھ بھی آسکتے ہیں + اس نے طریقہ کی تقلید بعض منطقین کھلایا کرتے ہیں۔ اس نے طریقہ والوں کا یہ دعویٰ ہے کہ اس سے عکس اور کم و کیف اور صورت قیاس بہت آسان اور سادہ ہو جاتی ہے + لیکن اکثر منطقین جنہیں بعض بڑے لائق ہیں مثلاً مل صاحب۔ وہ کہتے ہیں کہ اس سے اور زیادہ پیچیدگی و وقت و اقع ہوتی ہے اور بعض اقسام قضایا جو کہ اس تقسیم کی رو سے بنتے ہیں مطلق استعمال میں نہیں آتے ہیں اور بعض قضیے جو کلیت محمول کے عام قاعدوں کے مخالف معلوم ہوتے ہیں وہ ثنایات میں اور بے ترتیب شمار کی جاتی ہیں + اس کی بحث قواعد کم و کیف کی بیان میں لکھیں گے +

اس قضیہ کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں مثلاً اگر ا۔ ب سے توج د ہے
 اگر ا۔ ب نہیں ہے توج د ہے + اگر ا۔ ب نہیں ہے توج د نہیں ہے + اگر ا۔ ب ہے
 اور ج د ہے تو ر۔ س ہے + اگر ا۔ ب ہے تو یا ج د ہے یا ر۔ س ہے + اگر ا۔ ب
 ہے یا ج د ہے تو ر۔ س ہے وغیرہ۔

قضیہ منفصلہ وہ ہے جس میں حکم بالا انفصال پایا جاوے یعنی نہ تو دونوں جزوں
 قضیہ کا سچا ہونا ممکن ہو نہ جھوٹا ہونا دونوں کا + حرف انفصال کا یا ہر مثلاً زید یا
 سچا ہے یا جھوٹا "یا ب ہے یا ج ہے" اس قضیہ کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں مثلاً
 ا۔ ب ہے یا ج د ہے + ا۔ ب ہے یا ج د ہے یا ر۔ س ہے + ا۔ ب ہے یا ج د ہے یا ر۔ س ہے
 ا۔ ب یا ج د ہے یا ر۔ س نہیں ہے یا ج د نہیں ہے یا ر۔ س نہیں ہے وغیرہ۔



قضیہ شرطیہ کا بیان آگے چلکر مفصل ہو گا یہاں پر قضیہ حملیہ کی مثالیں دی جاتی ہیں

بیان مادے کا

یہ موقع اچھا معلوم ہوتا ہے کہ قضیوں کے مادے کا بیان کیا جاوے * مادہ اوّل
 * بعض منطقین کی رائے ہے کہ مادے کا بیان علم منطق کے متعلق نہیں ہے لہذا اس کا بیان اپنی
 کتابوں میں نہیں کرتے ہیں۔

نسبت کی حقیقت کو جو قضیہ کے جزوں کے درمیان میں ہے کہتے ہیں یعنی ماڈے سے یہ مراد ہے کہ آیا اس قضیہ میں احتمال صدق کا ہے یا کذب کا۔

اگر ہم شور کر کے کہیں کہ جزوں کے درمیان نسبت کئی طرح پر ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ صرف تین طرح پر ہے یعنی ضروری بالایجاب جو قضیہ موجبوں میں ہوتی ہے نسبت ضروری بالسلب جو قضیہ سالبوں میں ہوتی ہے۔ نسبت تساوی جو کہ قضیہ جزیوں میں پائی جاتی ہے مثلاً دو لفظ ہوں آؤں اور بھاری۔ اب اگر ہم ان دو لفظوں کی اصلیت پر بغور لحاظ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کے درمیان نسبت ایجاب بالضرر ہے اور قضیہ یوں ہو گا تو بھاری ہے۔ اور اگر یہ دو لفظ ہوں یعنی شکر اور کھٹا اور ان کے درمیان نسبت ایجاب و بجا دوسرے قضیے کا سچا ہونا غیر ممکن ہو گا پس اس سبب سے نسبت سالب کی دیکریوں کہیں گے کہ ”شکر کھٹی نہیں ہے۔“

اور اگر یہ دو لفظ ہوں یعنی آدمی اور عالم۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان دونوں کو درمیان نسبت ایجاب یا سلب کی کلیت کے ساتھ صادق نہیں آسکتی ہے یعنی کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ”سب آدمی عالم ہیں“ یا ”کوئی آدمی عالم نہیں“ بلکہ ان کے درمیان میں نسبت غیر معینہ ہے یعنی یہ مقرر نہیں کہ نسبت بالایجاب ہو یا بالسلب جس کے سبب سے یوں کہنا چاہیے کہ ”بعض آدمی عالم ہیں“ یا ”بعض آدمی عالم نہیں۔“

پس بہ لحاظ مادے قضیوں کے تین قاعدے نکلتے ہیں جنکا حال غور کرنے سے

معلوم ہوتا ہے کہ یوں نہیں صادق آتے ہیں۔

۱۔ نسبت ضروری بالاجاب میں قضیہ موجبہ سب صحیح اور سالبہ سب غلط ہوتے ہیں۔

۲۔ نسبت ضروری بالسلب میں اوپر کے برعکس یعنی سالبہ سب صحیح اور موجبہ غلط ہوتے ہیں۔

۳۔ نسبت تساوی میں قضیہ جزیہ سب صحیح اور کلیہ سب غلط ہوتی ہیں۔

مادے کے سمجھنے کا فائدہ قضیوں کی نقیض کے بیان میں چلکر معلوم ہوگا۔

ناظرین کو بیان محل مند جب ذیل بخوبی فہم نشین کر لیا جائیگی۔

یا مفرد ہو گا یا مرکب

یا موجب ہو گا یا سالبہ

یا کابہ ہو گا یا جسنہ

یا جملیہ ہو گا

یا

متصلہ

منفصلہ

شرطیہ

ضروری بالاجاب

ضروری بالسلب

تساوی

نسبت

فصل ۲

بیان کم یعنی کلیت اور جزیت موضوع اور محمول کا

۱۔ بیان کم یعنی کلیت اور جزیت موضوع اور محمول کا قضیوں کے ساتھ ضروری ہے جب قضیے کے موضوع و محمول اپنے تمام افراد کو شامل کرتے ہیں تو اُن کو کلی کہتے ہیں اور جب صرف بعض افراد کو شامل کرتے ہیں تو اُن کو جزئی کہتے ہیں مثلاً قضیہ کل انسان فانی ہے۔ اس میں موضوع کل انسان کلی ہے زیر الکہ اپنے تمام افراد کو فانی ہونے میں شامل کرتا ہے مگر فانی جو محمول ہے اس قضیہ میں جزئی ہے کس واسطے کہ صاف ظاہر ہے کہ یہ لفظ اسجد اپنے کل افراد پر دلالت نہیں کرتا ہے بلکہ بعض پر یعنی انسان پر اس جہت سے کہ لفظ فانی میں بہت اور مخلوق شامل ہے انسان تو مخلوق کا صرف ایک جز ہے۔

۲۔ تا وقتیکہ ہی کم یعنی کلیت اور جزیت بخوبی سمجھ میں نہ آوے علم منطق کو اچھی طرح استعمال میں نہیں لاسکتے ہیں چنانکہ استعمال علم منطق کا اس ہی پر منحصر ہے لہذا اس امر کا جیسپر کلیت اور جزیت موقوف ہے صاف و مفصل بیان کیا جاتا ہے یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ اسم معین اور مفرد اور اسم جنس ہمیشہ کلیت کا فائدہ

دیتا ہے + اس لیے جس قضیہ میں کسی قسم مذکورہ کا کوئی اسہم موضوع واقع ہو تو اس
 قضیہ کو کلیتہً کہہ سکتے ہیں اور موضوع کلی ہوتا ہے مثلاً یعقوب یوحنا سے محبت رکھتا ہے
 یا مجلس برخاست ہو گئی یا غیر اکتا سیاہ ہے ایسے قضیوں کو باوجودیکہ ان کا موضوع
 مفرد ہے کلیتہً کہہ سکتے ہیں۔ بل صاحب اس قسم کے قضیہ کو قضیہ مفردہ کہتی ہیں۔
 ہر قضیہ کا موضوع اور محمول دو حال سے خالی نہیں ہوگا یعنی یا تو کلی ہوگا یا
 جزئی۔

واضح ہو کہ موضوع کی کلیت اور جزیت قضیہ کی کلیت اور جزیت پر موقوف ہے
 مگر محمول کی کلیت اور جزیت قضیہ کے ایجاب و سلب پر موقوف ہے۔ کیفیت اسکے
 ذیل کی مثالوں سے بخوبی معلوم ہوگی۔

قضیہ کلیہ کی چار صورتیں ہیں یعنی

موجبہ کلیہ (م ک) کس ا-ب ہے

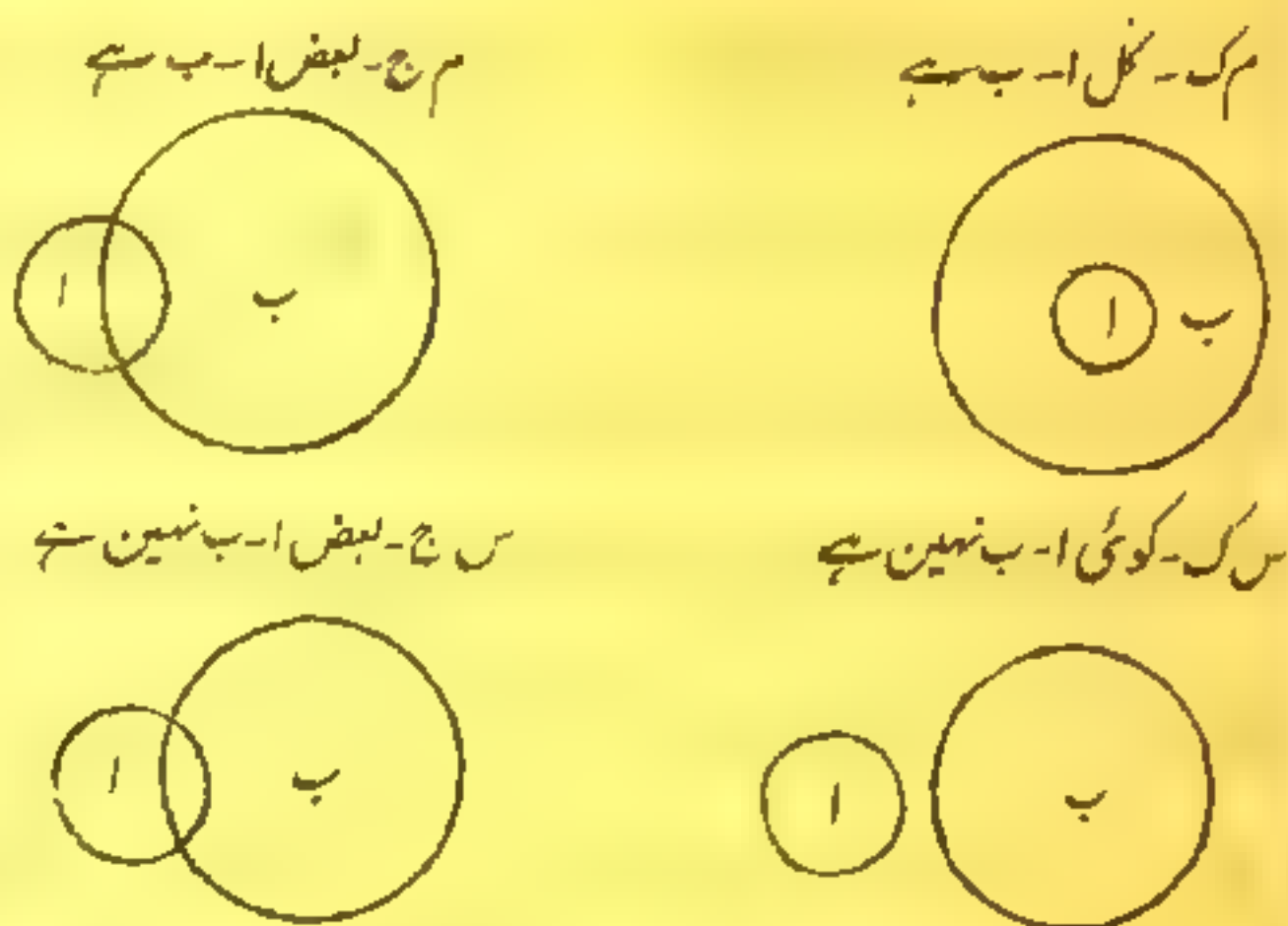
مالبکہ کلیہ (س ک) کس ا-ب میں ہے

موجبہ جزئیہ (م ج) بعض ا-ب ہے

مالبکہ جزئیہ (س ج) بعض ا-ب میں ہے

ان چاروں قضیوں کو اقلیدس کی شکلوں سے بھی بیان کر سکتے ہیں۔

ہر دائرہ کو ایک قضیہ سمجھو



اگر موضوع کی نسبت ان قضیوں پر لحاظ کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ قضیہ کلیہ کا موضوع ہمیشہ کلی ہوتا ہے۔ یعنی اپنے کل افراد پر دلالت کرتا ہے اور وہ دلالت لفظ کل اور کوئی نہیں سے معلوم ہوتی ہے اور دائروں کے دیکھنے سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے پس قانون یہ ہے کہ۔

اے قضیہ کلیہ کا موضوع کلی ہوتا ہے

اگر موضوع کی نسبت قضیہ جزویں پر لحاظ کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ موضوع بھی جزوی ہوتا ہے یعنی فقط اپنے بعض افراد کو بتاتا ہے اور یہ جزیت لفظ بعض سے معلوم ہوتی ہے اور دائرہ مرقومہ بالا سے ساری کیفیت اسکی روشن ہے کہ فقط ایک حصہ دائرہ ا کا۔ ب میں داخل ہے۔ پس قانون یہ ٹھہرا کہ۔

۲۔ قضیہ جزئیہ کا موضوع ہمیشہ جزئی ہوتا ہے۔

پس معلوم ہوا کہ کلیت اور جزیت موضوع کی قضیہ کی کلیت اور جزیت پر موقوف ہے۔

اور اگر محمول کی نسبت ان چار قضیہ حملیوں پر لحاظ کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ کچھ ضرور نہیں کہ محمول کی کلیت و جزیت موضوع ہی کی مانند ہو کیونکہ محمول کی کلیت و جزیت قضیہ کے ایجاب اور سلب پر موقوف ہے۔

اگر کوئی قضیہ موجبہ کلیہ ہو جیسے ”کل انسان فانی ہیں“ یا ”کل“ ”ب“ ہے تو اس سے یہ دعویٰ نہیں نکلتا کہ اور مخلوقات سوا انسان کے فانی نہیں یا سوا ۱۔ کے اور کوئی چیز ”ب“ میں نہیں ہے۔ بہت اور مخلوق ہیں سوا انسان کے جو فانی ہیں اور دائرہ میں سوا ۱۔ کے جو ”ب“ میں شامل ہیں جیسا کہ شکل ذیل ظاہر



ہے۔ پس صاف ظاہر ہوا کہ کل محمول فانی اور ب

کام میں سمجھنا نہیں آیا یعنی محمول کو کل افراد پر دلالت نہیں ہے

اور اگر ہم ان دو قضیوں کو جزئیہ بناوین مثلاً بعض

انسان فانی ہیں یا بعض ۱۔ ب ہے تو اس صورت

میں بھی محمول فانی اور ب جزئی رہتا ہے کیونکہ علاوہ

انسان کے بعض اور مخلوق بھی فانی ہیں اور علاوہ ۱۔ کے بعض



اور دایرے میں کہ دایرہ۔ ب میں شامل ہیں۔ پس قضیہ کلیہ ہو یا جزئیہ قانون یہ سہا

۳۔ قضیہ موجبہ خواہ کلیہ ہو یا جزئیہ محمول و سکا جزئی ہوتا ہے۔

بعض قضیے موجبہ خواہ کلیہ ہوں یا جزئیہ اس عام قاعدے سے مستثنیٰ ہیں۔
مثلاً ان قضایا میں کہ تمام آدمی حیوان نامی ہیں بعض آدمی شاعر ہیں بعض
حیوان انسان ہیں محمول موضوع سے مساوی الافراد یعنی کلی ہے۔ ایسے
قضیوں کو مستثنیات میں شمار کرنا اور عام قاعدوں نہ کو رہ بالا کو صحیح تصور کرنا
چاہیئے۔

اب اگر ہم قضیہ سالبہ کی طرف خیال کریں خواہ وہ کلی ہو یا جزئی محمول اسکا
ہمیشہ کلی ہو گا مثلاً سالبہ کلیہ کوئی آدمی چریا نہیں یا کوئی ا۔ ب نہیں۔ یہاں پر
غور کرنا چاہیئے ① ② ب کہ کل محمول چریا پر جب لحاظ ہو تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ
کوئی انسان چریوں میں نہیں ہے۔ پس اس قضیہ میں محمول چریا کلی ہوا۔
علیٰ ہذا القیاس جب کل محمول ب پر لحاظ ہو تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ کچھ حصہ ا۔ ب
میں نہیں ہے۔ پس ہر قضیہ سالبہ کا محمول کلی ہو گا۔ اسی طرح ہر قضیہ
① ② ب سالبہ جزئیہ کا بھی۔ مثلاً سالبہ جزئیہ بعض ا۔ ب نہیں ہر بیان پر صاف ظاہر
ہے کہ جب تک کل ب نہ دیکھ لیوین ہم نہیں کر سکتی ہیں کہ کچھ ب۔ ا کو اس حصہ میں نہیں
① ② ب جسکا ذکر ہے پس سب قضیہ سالبہ کو لڑیہ قانون نکلتا ہے کہ۔

۴۔ ہر قضیہ سالبہ کا محمول کلی ہے

اب معلوم ہوا کہ کلیت محمول کی قضیوں کے ایجاب و سلب پر موقوف ہے۔
ان باتوں کو خوب ذہن نشین کرنا چاہیے۔

مجموعہ قوانین کلیت و جزیت کا ذیل میں ہے

۱۔ قضیہ کلیہ کا موضوع کلی ہوتا ہے

۲۔ قضیہ جزئیہ کا موضوع جزئی ہوتا ہے

۳۔ قضیہ موجبہ کا محمول جزئی ہوتا ہے

۴۔ قضیہ سالبہ کا محمول کلی ہوتا ہے

اس کتاب کے تیسرے حصہ میں چلکر معلوم ہو گا کہ اس بات کا جانتا کیسا

مفروضی ہے۔

فصل ۳

عکس کے بیان میں

۱۔ عکس اس کو کہتے ہیں کہ قضیہ کے موضوع کو محمول کر دین اور محمول کو موضوع

مثلاً یہ قضیہ کہ کوئی انسان فرشتہ نہیں ہے اگر اس کے موضوع کو محمول کر دیا جائے

تو قضیہ یوں ہو گا کہ کوئی فرشتہ انسان نہیں ہے دوسری مثال بعض آدمی

تیک ہیں اس کا عکس "بعضے نیک (مخلوق) آدمی ہیں"۔
 جب کسی قضیہ کا عکس کیا جاوے تو اسکو معکوسہ کہتے ہیں اور قبل عکس
 کے قضیہ کو غیر معکوسہ کہتے ہیں۔ عکس اس وقت درست ہوگا جب قضیہ معکوسہ
 اور غیر معکوسہ کی حقیقت میں کسی طرح کا فرق نہ واقع ہو۔ پس ایسے عکس کو
 عکس صحیح کہتے ہیں اور اگر ایسی اور طرح کیا جاوے تو وہ عکس صرف بہ ظاہر ہوگا
 یہ کہ حقیقت میں۔

۲۔ عکس تین طور پر ہوتا ہے اور ہر قضیہ کا عکس ان تینوں میں سے کسی کسی
 کے بموجب ہو سکتا ہے۔

اول موضوع کو محمول کرنا اور محمول کو موضوع کرنا اور سیطرہ کا تبدل اور تغیر کرنا

مثلاً "کوئی اچھا آدمی باغی نہیں ہے"

اس کا عکس "کوئی باغی اچھا آدمی نہیں ہے"

"بعض خراب عالم ہیں"

بعض عالم خراب آدمی ہیں

اس کا عکس

"کوئی اہل نہیں ہے"

"کوئی ب۔ ا نہیں ہے"

(۲)

(۱)

(۱)

(۲)

اس کا عکس مستوی کہتے ہیں۔

دوم اگر ہم قضیہ حملیہ کی چاروں صورتوں کا عکس ایسی طرح پر بنانا چاہیں تو
 نہیں ہو سکتا ہے جیسا کہ وجہ کلیہ۔

"سب گھوڑے چوپائے ہیں"

اگر اسکا عکس اسی طریقے پر بنانا چاہیں تو صحیح نہوگا۔



مثلاً اگر کوئی کہو کہ سب چوپائے گھوڑے ہیں تو صحیح نہیں ہے کیونکہ بہت

چوپائے گھوڑے نہیں ہیں + دوسری مثال سب

ا۔ ب ہے اسکا عکس یوں نہیں ہو سکتا کہ سب۔ ب۔ ا ہے کیونکہ ا۔ کے سوا۔

ب میں بہت اور وسعت ہے پس اسواسطے کہ موجبہ کلیتہ کے اصلی معنوں میں

فرق نہ آوے اسکا عکس موجبہ جزئیہ ہوگا مثلاً۔

”بعض چوپائے گھوڑے ہیں“

”بعض ب۔ ا ہے“

پس عام قاعدہ یہ ٹھہرا کہ موجبہ کلیتہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے یعنی صرف کلیت

اور جزیت میں فرق آ جاتا ہے + اسکو بھی عکس استوی کہتے ہیں۔

جانتا چاہئے کہ جس موقع پر موجبہ کلیتہ کا محمول عام قاعدے کے خلاف نکلی ہوتا ہے

(دیکھو صفحہ ۴۶) قنسیہ کا عکس نکلی آدیاگا۔

سیڈوم۔ اگر ہم چاہیں کہ سالبہ جزئیہ کا عکس ان دونوں میں سے کیسے بموجب بناوین

تو صحیح نہوگا۔ یہاں پر ایک وقت ہے۔ اگر ہم یوں بولیں کہ۔

”بعض چوپائے گھوڑے نہیں ہیں“

تو اسکا عکس یوں نہیں ہو سکتا ہے کہ۔

”بعض گھوڑے چوپائے نہیں ہیں“

کیونکہ یہ صحیح نہیں ہے اور اگر سالبہ کلیتہ بناوین مثلاً سب گھوڑے چوپائے نہیں

ہیں تو بھی درست نہوگا۔ اس لئے بعض منطقیں کہتے ہیں کہ سہا لہجہ تجزیہ کا عکس نہیں ہو سکتا ہے۔

تاہم اسکا ایک طرح کا عکس ہو سکتا ہے۔ اگر ہم حرف نفی کو نسبت حکمیہ سے الگ کر کے اسکو محمول کا ایک جز کر دیں تو اس صورت میں قضیہ موجبہ تجزیہ ہو جائیگا اور اسکا عکس ہو جائیگا مثلاً۔

اب حرف نفی کو نسبت حکمیہ سے الگ کر کے محمول کا جز بنانا چاہئے یعنی۔
 بعض چو پائے گہوڑے (یعنی غیر اسپ) ہیں۔

اسکا عکس یوں ہوگا کہ۔
 بعض غیر اسپ چو پائے ہیں۔
 یعنی بعض جانور جو گہوڑے نہیں ہیں چو پائے ہیں۔ دوسری مثال اسکی۔
 بعض آدمی شاعر نہیں۔

اسکا عکس یوں نہوگا کہ۔
 بعض شاعر آدمی نہیں ہیں۔
 لیکن اگر حرف نفی محمول کا جز ہو جائے اس صورت میں اسکا عکس ہو جائیگا
 جیسا کہ۔

بعض غیر شاعر آدمی ہیں۔

اسکو عکس نقیض کہتے ہیں۔

۱۔ غرضکہ عکس تین طور پر ہوتا یعنی دو طرح کے عکس مستوی اور ایک عکس نقیض ہر
 جنکے ذریعہ سے ہر قضیہ کا عکس ہو سکتا ہے۔ قضیہ کے عکس کرنے کے طریقے جو ہیں انہیں
 اگر غور کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ موضوع و محمول تہیٰ بعد عکس کو بھی جزئی رہتا ہے مثلاً
 سب گہوڑے چو پائے ہیں۔

اسکا محمول چوپائے جو ہے جزئی ہے کسواسطے کہ قضیہ موجبہ کا محمول کلیہ نہیں ہوتا

ہے پس اگر عکس کیا جاوے تو یوں ہوگا۔
 اور عام قاعدہ یہ ہر اک۔
 بعض چوپائے گھڑے ہیں

جو موضوع یا محمول کہ جزئی ہے بعد عکس کے بھی جزئی رہتا ہے۔

انقسام عکس } ۱۔ عکس مستوی
 } ۲۔ عکس نقیض

فصل ۴

نقیض کے بیان میں

۱۔ نقیض اس کو کہتے ہیں کہ دو قضیوں کا موضوع و محمول ایک ہی رہے مگر کلیت و جزیت یا ایجاب و سلب (یعنی کم و کیف) یا دونوں میں اختلاف ہو مثلاً۔

۱۔ اگر اول قضیہ موجبہ کلیہ ہو تو دوسرا اسکی نقیض سالبہ کلیہ ہو یا جزئیہ جیسے

سب ا۔ ب ہے۔

نقیض } سب ا۔ ب نہیں ہے
 } بعض ا۔ ب نہیں ہے

۲۔ اگر اول قضیہ وجوبہ کلیہ ہو یا جزئیہ ہو اسکی نقیض سالبہ کلیہ ہو مثلاً۔

سب ا۔ ب ہے } نقیض۔ کوئی ا۔ ب نہیں ہے
 بعض ا۔ ب ہے

۳۔ اگر اول قضیہ موجبہ گائیہ ہو تو اسکی نقیض موجبہ جزئیہ ہو مثلاً سب ا۔ ب ہے
نقیض بعض ا۔ ب ہے۔

۴۔ اگر اول قضیہ سالبہ گائیہ ہو تو اسکی نقیض سالبہ جزئیہ ہے۔ کوئی ا۔ ب نہیں
ہے۔ نقیض بعض ا۔ ب نہیں ہے۔

قضیہ حملیہ کی چار صورتیں ہیں یعنی موجبہ کلیہ اور موجبہ جزئیہ اور سالبہ کلیہ اور
سالبہ جزئیہ پس چونکہ ان چاروں میں سے کوئی دو مقابلے میں ہو سکتے ہیں اس سے
یہ ظاہر ہے کہ موضوع و محمول کی نقیض چار طرح ہوتی ہے۔

پہلے۔ دو گائیے فقط ایجاب و سلب میں متناقض ہوں مثال۔

سب ا۔ ب ہے

نقیض کوئی ا۔ ب نہیں ہے

دوسرے۔ دو جزئیے صرف ایجاب و سلب میں متناقض ہوں۔

مثال بعض ا۔ ب ہے

نقیض بعض ا۔ ب نہیں ہے

تیسرے۔ دو قضیے ایجاب و سلب میں موافق ہوں مگر کلیت و جزیت میں

متناقض ہوں مگر ایسی نقیض حالانکہ حقیقی نہیں ہے پھر بھی ایک طرح کا متناقض اس میں

پایا جاتا ہے۔

مثال۔ کوئی ا۔ ب نہیں ہے

نقیض بعض ا۔ ب نہیں ہے

مثال۔ سب ا۔ ب ہے

نقیض بعض ا۔ ب ہے

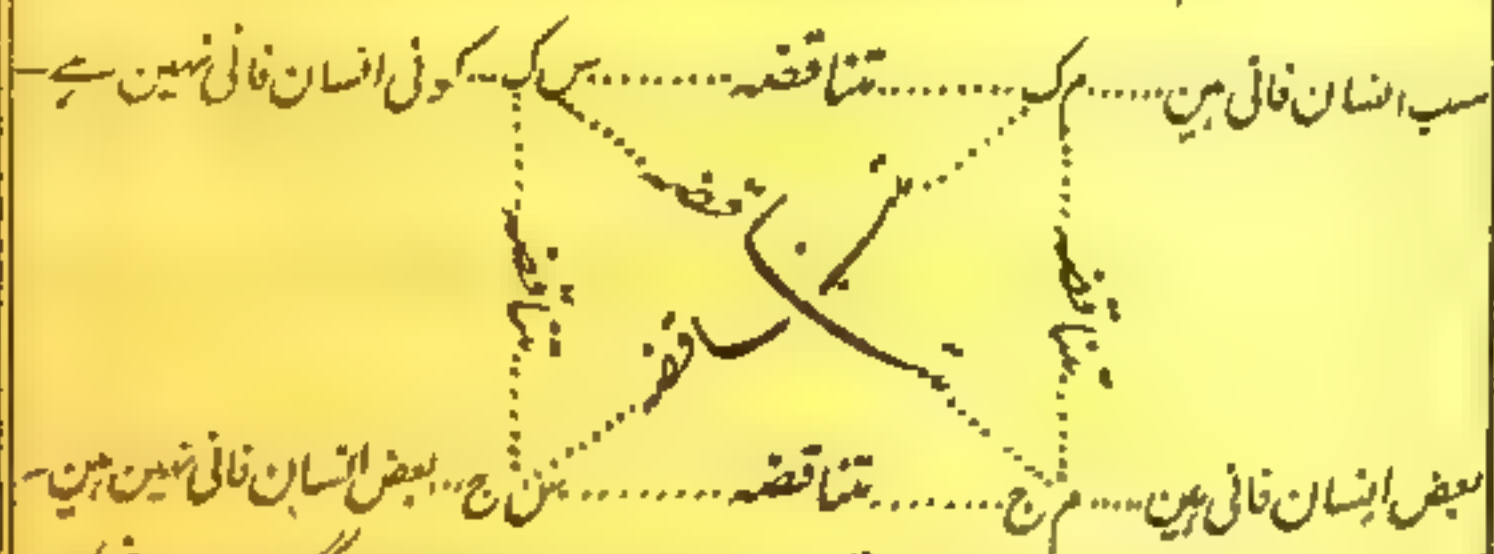
چوتھے۔ دو قضیے ایجاب و سلب اور کلیت و جزیت دونوں میں متناقض ہوں۔

مثلاً سب ا-ب ہے
 نقیض بعض ا-ب نہیں ہے
 کوئی ا-ب نہیں ہے
 نقیض بعض ا-ب ہے

غرضکہ مختصر بیان یوں ہے کہ۔

مک اور س ک متناقض
 م ج اور س ج متناقض
 مک اور م ج متناقض
 س ک اور س ج متناقض

ان چاروں قسم کی نقیض کی شکل ذیل میں مسطور ہے۔



سب انسان فانی ہیں مک متناقضہ س ک کوئی انسان فانی نہیں ہے۔
 بعض انسان فانی ہیں م ج متناقضہ س ج بعض انسان فانی نہیں ہیں۔

۴۔ بحث دوسرے میں صدق و کذب قضیوں کا جو بیان ہو چکا ہے اگر یاد ہو اور شکل

مذکورہ بالا پر بھی لحاظ رہے تو معلوم ہو گا کہ۔

اگر ایک کلیہ صادق ہے دوسرا ضرور کاذب ہے۔

اگر ایک کلیہ کاذب ہے تو ممکن ہے کہ دوسرا بھی کاذب ہو۔

اگر ایک جزئیہ کاذب ہے تو دوسرا ضرور صادق ہے۔

اگر ایک جز بہ صادق ہے تو ممکن ہے کہ دوسرا بھی صادق ہو۔

اگر دو موجیوں یا سالیوں کے بیچ میں کئی صادق ہے تو جزئی بھی ضرور صادق ہے۔
اگر دو موجیوں یا دو سالیوں کے بیچ میں جزئی صادق ہو تو کچھ ضرور نہیں کہ کئی
بھی صادق ہو۔

اگر دو موجیوں یا سالیوں کے بیچ میں جزئی کاذب ہو تو کئی بھی ضرور
کاذب ہوگا۔

اگر دو قضیے کائیت و جزیت ایجاب و سلب میں تناقض ہوں تو اگر ایک صادق
یا کاذب ہوگا دوسرا خلاف اسکے ہوگا۔

تین قاعدہ ذیل کل بیان مذکورہ کو جامع ہیں۔

پہلے دو کلیوں کا کاذب ہونا ممکن لیکن دونوں کا صادق ہونا غیر ممکن ہے۔

دوسرے دو جزیان کا صادق ہونا ممکن لیکن کاذب ہونا غیر ممکن ہے۔

تیسرے ان دو قضیوں میں جو مختلف ہوں ایجاب و سلب اور کائیت و

جزیت میں اگر ایک صادق یا کاذب ہو تو دوسرا اسکے خلاف ہوگا۔

نقیض کی بحث میں جو قاعدے معلوم ہوں ان کو خوب دہرنا نہیں کرنا چاہیے

کیونکہ ان ہی کے ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک قضیہ کا صادق یا کاذب ہونا

دوسرے پر کس طرح موقوف ہے۔

قضیہ کا مجمل بیان

منطق کا دوسرا حصہ تمام ہوا۔ اب بہتر ہے کہ چتر قضیوں کا بیان یا روشنی کے واسطے نمایاں لکھا جائے۔

- ۱۔ جب تصدیق بذریعہ لفظ کے ظاہر ہوا ہو گا قضیہ کہتے ہیں۔
- ۲۔ قضیوں میں تین جز ہوتے ہیں یعنی موضوع اور محمول اور نسبت حکمیہ۔

۳۔ اقسام قضیہ

مفرد ہو یا مرکب	}	اقسام قضیہ
موجبہ ہو یا سالبہ		
کلیہ ہو یا جزوہ		
حکمیہ ہو یا شرطیہ	}
.....		

۴۔ قضیوں میں

نسبت ضروری بالایجاب	}	نسبت تینوں پر یعنی
نسبت ضروری بالسلب		
مساوات تجزیوں میں		

۵۔ قواعد نسبت

پہلے۔ نسبت ضروری بالایجاب میں قضیہ موجبے سب صحیح اور سالبے سب غلط ہوتے ہیں۔

دوسرے۔ نسبت ضروری بالسلب میں قضیہ سالبے سب صحیح اور موجبے غلط۔

تیسرے۔ نسبت تساوی میں قسینے جزئے سب صحیح اور کلیے غلط۔

۶۔ موضوع و محمول اگر اپنے تمام افراد پر دلالت کرین کلی ہیں اور اگر بعض افراد پر تو جزئی ہیں۔

۷۔ قواعد کائیت و جزیت کے۔

پہلا قضیہ کائیت کا موضوع کلی ہوتا ہے۔

دوسرا قضیہ جزیت کا موضوع جزئی ہوتا ہے۔

تیسرا قضیہ سائبہ کا محمول کلی ہوتا ہے۔

چہ تیسرا قضیہ موزیہ کا محمول جزئی ہوتا ہے *

۸۔ عکس اس کو کہتے ہیں کہ قضیہ کے موضوع کو محمول اور محمول کو موضوع کرنا۔

۹۔ عکس صحیح وہ ہے جس میں اصل قضیہ کے معنی سے اختلاف نہ ہو۔

۱۰۔ عکس دو طرح پر ہوتا ہے۔

عکس مستوی
عکس نقیض

۱۔ قاعدہ عکس کا یوں ہے۔

جو موضوع یا محمول کہ جزئی ہے بعد عکس کے بھی جزئی رہے۔

۲۔ نقیض اس کو کہتے ہیں کہ دو قضیوں کا موضوع و محمول ایک ہی رہے

* حواشی چند مشنات سے دیکھو صفحہ ۴۴

مگر کلیت و جزیت یا ایجاب و سلب یا دونوں میں اختلاف ہو۔

۱۳۔ نقیض چار طرح ہوتا ہے۔

م ک	نقیض	س ک
م ج	"	س ج
م ک	"	م ج
س ک	"	س ج

۱۴۔ نقیض کے قواعد۔

پہلے دو کاتیوں کا کاذب ہونا ممکن لیکن صادق ہونا ممکن۔

دوسرے دو جزویوں کا صادق ہونا ممکن لیکن کاذب ہونا غیر ممکن۔

تیسرے اثنی عشریوں میں جو مختلف ہیں ایجاب و سلب اور کلیت و جزیت

میں اگر ایک صادق یا کاذب ہو تو دوسرا اس کے خلاف ہوگا۔

اب علم منطق کا تیسرا حصہ جس میں بحث دلیل کی بڑ شروع ہوگا

حصہ ۳

فصل ۱۔

دلیل یعنی حجت کے بیان میں

۱۔ تیسرا امر جس سے علم منطق متعلق ہے دلیل یعنی حجت ہے، دلیل اس

سوچ کو کہتے ہیں جو ایسے یقینی مقدمات سے مرکب ہو جسے نتیجہ یقینی نکلے مثلاً۔

جہر چینی کسی طرح کی کارگیری پائی جاتی ہے اور کھانے والا ضرور ہے۔

خلفت میں کارگیری پائی جاتی ہے۔

پس۔ خلعت کا کوئی بنانے والا ضرور ہے۔

۱۔ لیل میں دو باتیں ہوتی ہیں یعنی وال اور مدلول

وال وہ ہے کہ جسکے ذریعہ سے نتیجہ حاصل ہوتا ہے اور اس نتیجے کو مدلول کہتے

ہیں۔ مثال مذکورہ بالا میں پہلے دو مقدمات کو دال کہیں گے اور تیسرا جو اون دونوں

سے حاصل ہوا مدلول ہے۔

وال اور مدلول جیسا کہ اس مثال سے معلوم ہوتا ہے قضیے میں۔ قضیہ

۱۔ یقینی ہوتے ہیں اور ان سے ایک یا ایک سے زیادہ قضیے یقینی حاصل ہوتے

ہیں اور وہ جو حاصل ہوتے ہیں ان کو مدلول یا نتیجہ کہتے ہیں۔

علم منطق سے معلوم ہو جاتا ہے کہ نتیجہ یقینیہ بذریعہ مقدمات یقینیہ کے کس طرح نکالنا چاہیے۔

۲۔ جو حجت تہرئیب کامل ہو جب علم منطق کے بیان کیجاو کر اس کو قیاس کہتے ہیں۔

قیاس میں قضیے اس ترتیب پر ہوتے ہیں کہ نتیجہ خود بخود حاصل ہوتا ہے بغیر سمجھنے

موضوع اور مہمول کے مثلاً۔

۱۔ ب ہے

ج ا ہے

پس۔ ج ب ہے

یہ صاف ظاہر ہے کہ اگرچہ ان تر فوان سے کوئی مطلب نہیں ہوتا ہے مگر تاہم
نتیجہ یوہن نکلتا ہے چنانچہ اسکی کیفیت شکل ذیل سے بخوبی ظاہر ہے۔



۱۔ ب میں شامل ہے

ج ا میں شامل ہے

پس ج ب میں شامل ہے

مثال دوسری۔ سب انسان فانی ہیں
زیادہ مرکر انسان ہیں
پس۔ زیادہ مرکر فانی ہیں

قیاس مرکب ہوتا ہے کل تین قسمیوں سے جس میں پہلے کو کبریٰ اور دوسرے کو
صغریٰ اور تیسرے کو نتیجہ کہتے ہیں۔ پہلے دو مقدمات کہلاتے ہیں *

۳۔ بیان ہوا کہ ہر قضیہ میں تین جز یعنی موضوع اور محمول اور نسبت حکمیہ ہوتے ہیں
یاد رکھنا چاہیے کہ ہر قیاس میں تین جز ہوتے ہیں یعنی اکبر اور اصغر اور حد اوسط۔
اکبر اس سبب سے کہتے ہیں کہ وہ کبریٰ میں ہوتا ہے اور اصغر اس سبب سے کہتے
ہیں کہ صغریٰ میں ہوتا ہے۔ حد اوسط کو جو کبریٰ اور صغریٰ دونوں میں پائی جاتی ہے

* عربی منطقین ترتیب قیاس میں صغریٰ کو اول اور کبریٰ کو اوسکے نیچے۔ کہتے ہیں۔ اس سے نتیجہ
نکالتے ہیں کچھ فرق نہیں آتا۔

عربی منطقین فقط دو مقدمات یعنی صغریٰ و کبریٰ کے اس طرح ترتیب دیتے ہیں کہ نتیجہ کل اوسے
قیاس کہتے ہیں۔

یہاں پر تین قضیے ہیں اول کبریٰ دوسرا صغریٰ تیسرا نتیجہ۔ اور ہر قضیہ میں موضوع اور محمول اور نسبت حکمیہ جو اون دونوں کے درمیان ایک واسطہ سے ہوتی ہے پہلے قضیے یعنی کبریٰ میں اپنے نفع کے واسطے غیر و نکا نقصان تکہ موضوع ہے اور گناہ محمول، دوسرے قضیہ یعنی صغریٰ میں جو موضوع ہے اور اپنے نفع کی واسطے غیر و نکا نقصان تکہ محمول ہر پہلے قضیے یعنی نتیجے میں جو موضوع اور گناہ محمول ہے۔

دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قیاس میں صرف تین جز ہیں پہلے اپنے نفع کی واسطے غیر و نکا نقصان تکہ دوسرا گناہ تیسرا جو۔ اپنے نفع کے واسطے غیر و نکا نقصان تکہ واسطہ ہے جس سے وہ اور ہر جو میں ملائے جاتے ہیں۔ کبریٰ میں گناہ اکبر ہے اور صغریٰ میں جو اصغر ہے اور نتیجے میں جو اصغر ہے موضوع ہے اور نتیجے میں گناہ جو اکبر ہے محمول ہے جیسا کہ نتیجہ میں ہمیشہ ہونا چاہیئے۔

قیاس

سب خونى واجب القتل ہيں

نار او خونى تھا

پس نار او واجب القتل تھا

دیکھ یہاں تین قضیے ہیں جن میں پہلا کبریٰ دوسرا صغریٰ اور تیسرا یعنی اخیر کا نتیجہ ہے۔ ہر قضیہ کا موضوع اور محمول جدا ہے مگر تاہم حقیقتاً قیاس میں فقط تین جز ہوتی ہیں جیسا کہ اس مثال سے ظاہر ہے کہ پہلا حدیث۔ نار او واجب القتل دوسرا اکبر واجب القتل

اور تیسرا اصغر تانا راوٹ ہے + نتیجہ کا مونسوع اصغر ہے اور محمول اکبر ہے۔

مثال تیسری

طبع گناہ ہے
گناہ کا انجام دوزخ ہے
پس طبع کا انجام دوزخ ہے

اس مثال میں گناہ حد اوسط اور طبع اصغر اور انجام دوزخ اکبر ہے۔

مثال چوتھی

حد اوسط
(جس مسئلہ میں خدا کی بے تمیزی پائی جاتی ہے) (رد کرنا چاہیے)
(قسمت کے مسئلہ میں) (خدا کی بے تمیزی پائی جاتی ہے)
پس (قسمت کے مسئلہ کو) (رد کرنا چاہیے)

۵۔ جانتا چاہیے کہ ہر دلیل یا حجت بہ صورت قیاس ہو سکتی ہو مگر کچھ ضرور نہیں
کہ جو دلیل بعینہ اسی صورت پر کی جائے تو صحیح ہو ورنہ نہیں لیکن یہ ہر کہ دلیل اگر صحیح
ہو تو اس صورت پر بیان ہو سکتی ہے۔ مثلاً کوئی انکار کرے کہ خلقت کا کوئی خالق
نہیں ہے اور ایک کہے کہ ہے اور دعویٰ کرنے والا خدا کے وجود کی چند مثالیں
اس امر کی صحت میں پیش کرے کہ دنیا میں کوئی چیز خالی از حکمت نہیں ہے۔ پس یہ
ثبوت کامل اور دلیل صحیح ہے حالانکہ بصورت قیاس نہیں کیونکہ ایک بات رہ گئی
یعنی جس چیز میں حکمت پائی جاتی ہے اس کا حاکم ضرور ہوگا۔

اب اگر یہ دلیل پوری بیان کی جاوے اور بہ ترتیب قیاس لکھی جاوے تو یوں ہوگی

جس چیز میں کچھ حکمت پائی جاتی ہے اس کا حکیم ضرور ہوگا۔
خلقت میں طرح طرح کی حکمت پائی جاتی ہے۔
پس خلقت کا حکیم ضرور ہوگا۔

معلوم کرنا چاہیے کہ قیاس و دلیل کے صدق و کذب کے پرکھنے کی کسوٹی ہے۔

۶۔ بنائے قیاس و سطا طالیس کے قول پر ہے اور وہ قول یہ ہے کہ۔

”جو کچھ کسی گلی کی نسبت کہا جاوے اس کے سب افراد پر ہی صادق آوے گا“

اس کا مفصل بیان یوں ہے کہ اگر کسی گلی یا جنس کی نسبت کچھ کہا جائے خواہ

ایجاب کے ساتھ یا سلب کے ساتھ اور یہ دیکھا جاوے کہ اس گلی یا جنس میں فلائی

فلائی فرد داخل ہے تو اس صورت میں جو کچھ اس گلی یا جنس کی نسبت کہا گیا ہے

وہ اس چیز یا فرد کی نسبت جو اس میں داخل ہو کہا جاوے مثلاً اگر کوئی کہے کہ۔



سب ا۔ ب میں شامل ہے اور معلوم کیے کہ

سب ج۔ ا میں داخل ہے تو وہ کہہ سکتا ہے کہ سب ج۔ ب میں شامل ہے

غرض یہ کہ جو کچھ کسی گلی کی نسبت کہا جاوے اس کے کل افراد کی نسبت کہا جاوے

یہ قانون بہت صاف و صحیح ہے۔ اگر ہم کسی گلی کی نسبت کچھ بولیں پھر بعد اس کے

ثابت کریں کہ فلائی چیز اس گلی میں داخل ہے تو البتہ اس چیز کی نسبت بھی وہی

کہنا واجب ہوگا۔

خیال رکھنا چاہئے کہ یہی کلی قیاس میں حد اوسط ہوتی ہے۔

۷۔ ہر قیاس صحیح موافق چند قواعد مقرر کے ہوتا ہے۔ یہ بیان ہو چکا ہے کہ ہر قیاس میں تین جز ہیں یعنی اکبر اصغر اور حد اوسط جس سے اکبر اور اصغر کو ملائے ہیں۔

قیاس کے قانون بدیہی *

۱۔ اگر دو جز کسی تیسرے جز کے مطابق ہوں تو آپس میں مطابق ہیں۔

۲۔ اگر ایک جز مطابق اور دوسرا جز غیر مطابق ہو کسی تیسرے جز کے تو یہ دونوں ہرگز غیر مطابق ہیں۔

تیسرے جز سے مراد حد اوسط ہے۔

ان دو قانون بدیہی سے چند ایسے قواعد نکلتے ہیں جن سے قیاس کی صحت بخوبی معلوم ہو جاتی ہے۔

پہلا قاعدہ۔ جس قیاس میں کبریٰ اور صغریٰ موجب ہیں نتیجہ بھی موجب ہوگا

یہ قاعدہ پہلے قانون سے نکلتا ہے کیونکہ اگر کبریٰ موجب ہو یعنی اکبر حد اوسط سے

مطابق ہو اور صغریٰ بھی موجب ہو یعنی اصغر مطابق ہو حد اوسط کے تو صاف ظاہر

ہے کہ نتیجہ بھی جس کے دونوں جز ایک دوسرے کے مقابل ہیں ضرور موجب ہوگا یعنی دونوں جز

موافق ہونگے زیرا کہ یہ دونوں مطابق ہو چکی ہیں تیسری جز یعنی حد اوسط کی مثلث مثلاً اگر ہم کہیں کہ

* بدیہی وہ ہے کہ بغیر فکر و تامل سمجھ میں آجائے۔

سب ذبیقل خدا کی اطاعت کرنے کو پیدا ہوئے ہیں (کبریٰ)

”فرشتے ذبیقل ہیں“ (صغریٰ)

اپس نتیجہ میں یہی کسا پڑیگا کہ

”فرشتے خدا کی اطاعت کرنے کو پیدا ہوئے ہیں“ (نتیجہ)

اب پیمان پر خدا کی اطاعت کرنیگا اور فرشتے یہ دونوں جز مطابق تیسری جز ذبیقل

کہ ہیں اس سبب سے نتیجہ میں مطابق ہیں۔

دوسرا قاعدہ۔ اگر کبریٰ اور صغریٰ میں ایک سالہ ہو تو نتیجہ ضرور سالہ ہوگا۔

یہ قاعدہ دوسرے قانون بدیہی سے نکلتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ کبریٰ اور صغریٰ

میں سے کسی کا ایک جز اگر حد اوسط سے موافقت رکھے یعنی منسوب بالایجاب ہو اور

دوسرے کا ایک جز حد اوسط کے غیر مطابق ہو یعنی منسوب بالسلب ہو تو اس صورت

میں یعنی جبکہ ایک مطابق اور دوسرا غیر مطابق حد اوسط کے ہے آپس میں ہی کسی طرح

مطابقت نہوگی پس نتیجہ سالہ نکلے گا جیسا مثال سے ظاہر ہے۔

نیک لوگ جہوٹ بولنے والے نہیں ہیں

دے جو بہشت کو جاتے ہیں نیک ہوتے ہیں

پس دے جو بہشت کو جاتے ہیں جہوٹے نہیں ہیں

اس مثال میں کبریٰ سالہ ہے یعنی جز، اگر جہوٹ بولنے والے مطابقت نہیں

دیکھتا ہے ”نیک لوگ“ سے جو حد اوسط پڑا ہے۔ صغریٰ موجبہ ہے یعنی فقرہ ”دے“

جو بہشت کو جاتے ہیں“ جو جز، اصغر ہے مطابق ہے حد اوسط کے پس بموجب

دوسرے قاعدے کے نتیجے سائبہ نکلتا ہے سنے دسے جو بہشت کو جاتے
جھوٹے نہیں ہیں۔

تیسرا قاعدہ - اگر کبریٰ اور صغریٰ دونوں سائبے ہوں
تو کچھ نتیجہ نہ نکلے گا۔ مثلاً۔

زید محنتی طالب علم نہیں ہے
عمر محنتی طالب علم نہیں

اس سے کچھ نتیجہ نہیں نکلتا۔

دوسری مثال

① ② ③

ا۔ ب نہیں
ج۔ ب نہیں

ان دونوں کے درمیان یعنی آ۔ اور ج۔ کو کچھ نسبت نہیں معلوم ہوتی ہر کہ نتیجہ نکلو۔
پہلی مثال میں یہ کہنے کا موقع نہیں کہ زید عمر نہیں کیونکہ اگرچہ فی الواقع یہ سچ
ہے مگر بیان کبریٰ اور صغریٰ سے نہیں نکلتا اس سبب سے کہ قیاس ایک
ایسا بیان ہے جس میں دو جز بذریعہ حد اوسط ملائے جاتے ہیں اور کم از کم ایک
جز ضرور حد اوسط سے مطابق ہونا چاہیے ورنہ کسی طرح مطابقت ان دونوں جزوں کی
نہوگی + ہمیں یہ دریافت کرنا چاہیے کہ ان دونوں یعنی اکبر اور اصغر کے درمیان
کیا نسبت ہے لیکن اکبر اور اصغر کے درمیان کچھ نسبت معلوم نہیں ہو سکتی ہے
تا وقتیکہ ان دونوں میں سے کم سے کم ایک جز مطابق حد اوسط جو ان کو باہم یگی

ملانے یا ناپنے کے لئے ایک پیمانہ ہے نہو۔ مثلاً اگر دو پتھر چون اور ہم دریافت کرنا
چاہیں کہ یہ دونوں بہ اعتبار وزن کے کیا نسبت آپس میں رکھتے ہیں اور اس وقت
میں کوئی بات ایسا موجود نہو جس سے دونوں کو تواں سکین تو اون دونوں کو درمیان
کیا نسبت معلوم ہوگی پس اگر ہم کہیں۔۔۔

زید محنتی طالب علم نہیں ہے
عمر محنتی طالب علم نہیں ہے

تو اس صورت میں زید اور عمر کے درمیان کچھ نسبت معلوم نہیں یعنی یہ نہیں معلوم
ہے کہ زید عمر سے بڑا ہے یا عقلمند ہے یا نہیں یا چھاپا ہوا بڑا۔ مگر ایک قضیہ اگر موجب ہو مثلاً۔

زید محنتی طالب علم نہیں ہے
اچھے لڑکے محنتی ہوتے ہیں

یہاں پھر چونکہ زید کے اچھے لڑکے کے ساتھ ترکیب ہو سکتی ہے اس جہت سے نتیجہ یوں نکلتا ہے۔
غرض کہ نتیجہ اس نسبت کو ظاہر کرتا ہے جو اکبر اور اصغر کے درمیان ہوتی ہے اور
یہ نسبت حد واسطہ کے وسیلے سے معلوم ہوتی ہے۔

چوتھا قاعدہ۔ حد واسطہ ضرور مفرد ہونا چاہیئے یعنی کبری اور صغریٰ میں ایک

صفت ایک ہی معنی ہون۔

اسکا سبب یہ ہے کہ بواسطہ حد واسطہ کے اکبر اور اصغر کو بلا تے ہیں پس ضرور
ہے کہ ہر قیاس میں صرت تین ہی جز ہوں لیکن اگر کسی قیاس میں حد واسطہ شتک
ہو یعنی کبریٰ میں اور صغریٰ میں اور۔ تو اس صورت میں

دو حد اوسط یعنی چار چیز ایک قیاس میں ہو جاوین گے حالانکہ چاہئے یہ تھا کہ صرف
تین جز ہوں +

ایسے مقدمات سے جنہیں دو حد اوسط ہوں نتیجہ نکالنا ایسا ہے جیسے دو ذن میں
سے ایک کو پورے گز سے اور دوسرے کو ایسے گز سے پورے استونہ نام پر دو ذن کے
طول کو بلانا یعنی یہ دریافت کرنا کہ یہ دو ذن بہ اعتبار طول کے کیا نسبت آپس میں
رکتے ہیں یا جیسے دو پتھر دن میں سے ایک کو پورے باٹ سے دوسرے کو کتر باٹ
سے تولنا اور پھر مقابلہ کرنا دونوں کا اسطر حیر کہ آیا ایک دوسرے سے کتنا بڑا یا چھوٹا
ہے یا برابر۔

مثال اول حد اوسط مشترکہ

تل ایک قسم کا اناج ہے
اکثر آدمیوں کے منہ پر تل ہوتا ہے
پس اکثر آدمیوں کے منہ پر اناج ہوتا ہے

اس مثال میں لفظ تل کا دو معنوں پر مشتمل ہے۔

مثال دوسری

بخار ایک بیماری ہے
تالابوں سے بخار اڑتا ہے
پس تالابوں سے ایک بیماری اڑتی ہے

ابن مالون میں صاف معلوم ہوتا ہے کہ حد اوسط مشترک ہے۔ کوئی ایسی صریحی

مفلطیون میں نہ پڑیگا لیکن بہت جگہ ایسا ہوتا ہے جہاں صاف نہیں معلوم ہوتا ہے
 کہ خدا وسط مشترک ہے یا نہیں۔ مثلاً عیسائی اور مسلمان بروقت مباحثہ تثلیث
 کے مختلف معنی تثلیث کو لیتے ہیں۔ مسلمان دعویٰ کرتے ہیں کہ عیسائی جمعیت خدا
 کے قایل ہیں اس سبب سے کافر ہیں پس بہ اعتبار اوس تثلیث کو جو مسلمان قرار دیتے
 ہیں اگر دلیل بصورت قیاس مرتب کیجاوے تو یوں ہوگی۔

تثلیث سے جماعت خدا کی ثابت ہوتی ہے
 عیسائی تثلیث کے قایل ہیں
 پس عیسائی جماعت خدا کے قایل ہیں

یہاں پر خدا وسط یعنی تثلیث مشترک ہے۔ جو معنی تثلیث کے کبریٰ میں
 مسلمان قرار دیتے ہیں اور ہیں اور جو معنی تثلیث کے عیسائی معنوی میں قرار
 دیتے ہیں وہ اور ہیں۔ عیسائیوں کا قاعدہ یہ ہے کہ تثلیث با توحید ہے
 یعنی خدا کی وحدانیت میں تثلیث ہے۔

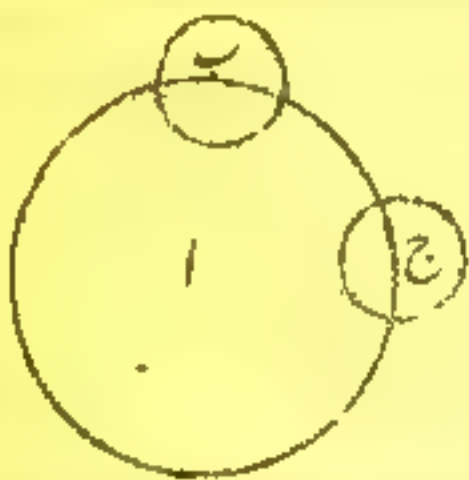
اسی طرح لفظ ایمان میں کبھی کبھی شرکت معنوں کی ہوتی ہے۔ مثلاً عیسائیوں کا
 دعویٰ یہ ہے کہ جو شخص خدا پر ایمان لاتا ہے خدا اوس سے راضی ہوتا ہے
 اور اوسکو نجات دیتا ہے۔ ہندو کہتے ہیں کہ ہمارا ایمان خدا پر اس سبب سے
 ہمارے نجات ہوگی۔ پس اگر ہندوؤں کا دعویٰ بصورت قیاس بیان
 کیا جاوے تو یوں ہوگا۔

خدا پر ایمان لانے سے نجات حاصل ہوتی ہے
 ہندو خدا پر ایمان رکھتے ہیں
 پس ہندوؤں کو نجات حاصل ہوگی

یہاں پر خدا وسط "خدا پر ایمان لانا" مشترک ہے کیونکہ عیسائیوں کے یہاں ایمان سے یہ مراد ہے کہ خدا کی ذات و صفات کو پہچاننا اور اس پر ہر وسار کھنا اور اس کی اطاعت کرنی۔ اور ہندوؤں کے یہاں "ایمان لانے" سے مراد یہ ہے کہ صرف خدا کے وجود کو ماننا اور بس۔ غرض قیاس میں یہ ضرور ہے کہ خدا وسط کے ایک ہی معنی ہیں۔

پانچواں قاعدہ۔ کبریٰ اور صغریٰ میں سے ایک میں تو خدا وسط غور رکھی ہونا چاہیے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ اگر خدا وسط نہ کبریٰ میں کٹی ہو اور نہ صغریٰ میں تو اکبر اور اصغر کے مقابلہ کرنے کا واسطہ کافی نہیں ہوگا کیونکہ اگر خدا وسط ایک میں بھی کٹی نہ ہو یعنی اکبر اور اصغر میں سے اگر کوئی بھی اس کے کل افراد سے مقابلہ نہ کیا جائے تو شاید اکبر خدا وسط کے بعض ایک افراد سے جو بالکل پہلے سے جدا ہیں مقابلہ کیا جاوے تو اس صورت میں دو خدا وسط ہوئے جاتے ہیں یعنی اکبر اور اصغر ایک ہی جز سے مقابلہ نہیں کئے جاتے اور اس قیاس میں چار چیز ہوئے جاتی ہیں پانچ شکل مندرجہ ذیل سے ظاہر ہے۔



پس - سب سے

بعض - سب سے

پس بعض - سب سے

اس مثال میں دوسرے کلمے نہیں دیا ہے فقط بعض سے ظاہر ہے اور شکل سے
 اس سے کہہ سکتے ہیں کہ نتیجہ اس سے کہہ سکتے ہیں اگرچہ اتفاقاً یہی صادق آدھی ہے کہ۔



پس - سب سے

پس ایک مثال اس کے قیاس کی مندرجہ ہے۔

بعض بانو نہ نہیں مینا
 بعض جانور گھوڑے مین
 بعض آدمی سے بھیڑ مین

پس

دوسری مثال

سفیدی ایک رنگ ہے
 سیاہی ایک رنگ ہے
 پس سیاہی سفیدی ہے

ظاہر ہے کہ اس مثال میں حد واسطہ رنگ جو ہے کبریٰ صغریٰ دونوں میں خبری
 ہے ہی بہت سے نتیجہ غلط نکالتا ہے۔ پس ضرور ہے کہ حد واسطہ کم سے کم ایک میں
 کا ہر دو اس قیاس میں کہ۔

بعض آدمی ظالم ہیں
بعض آدمی عالم ہیں
اسلئے بعض عالم ظالم ہیں

مثال ایسے نتیجے کی ہے جو صحیح ہے مگر ترتیب قیاس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا ہے۔

چھٹوان قاعدہ ۵۔ اگر مقدمات میں اکبر یا اصغر نتیجے میں ہوتا ہے تو نتیجے میں ہونا چاہیے۔

سبب اسکا یہ ہے کہ اگر اکبر یا اصغر نتیجے میں کلی ہو جب کبریٰ اور صغریٰ میں جزئی ہے تو ایسا ہوگا کہ بعض افراد جو کبریٰ اور صغریٰ میں مقابلہ کرنے کو رہتے تھے وہیں میں آکر مقابلہ کئے جاتے ہیں پس اس صورت میں چار خیز قیاس میں ہو جائیں گے۔ حالانکہ تین ہونا چاہیے۔ نتیجے میں ایک جز کے صرف دو تھیں افراد کا دوسرے سے مقابلہ ہو سکتا ہے جو کبریٰ اور صغریٰ میں حد وسط سے مقابلہ کئے گئے ہوتے لیکن اگر کبریٰ اور صغریٰ میں اسی جز کے صرف بعض افراد کا مقابلہ کیا گیا ہو اور نتیجے میں اگر کل افراد اس کے مقابلہ کئے جائیں تو بعض افراد جو پیشتر مقابلہ نہیں تھے اب آجائیں گے۔

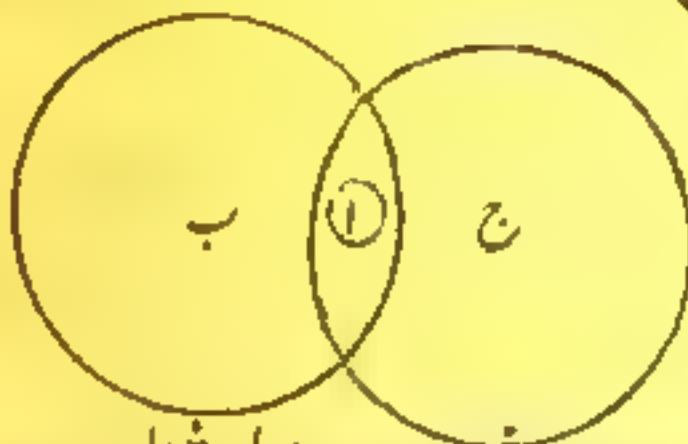
شکل ذیل سے غلطی صاف ظاہر ہے۔



سبب ا۔ ب ہے
کوئی ج۔ ا نہیں ہے
پس کوئی ج۔ ب نہیں ہے

حالانکہ حقیقت میں ج-ب میں ہے۔

دوسری مثال



سب ا-ب ہے
سب ا-ج ہے
پس سب ج-ب ہے

یہ بھی غلط ہے کیونکہ سب ج-ب میں نہیں ہے۔ پہلی مثال میں ب جو اکبر سے جڑی ہے اس سبب سے کہ محمول پڑا ہے قضیہ موجبہ کا یعنی جتنا حصہ ب کا ا-میں داخل ہے اتنا ہی لے لیا ہے نہ یہ کہ کل ب۔ لیکن نتیجہ میں ب کلی ہے۔ اس سبب سے کہ محمول بقضیہ سالبہ کا یعنی کل ب لیا جاتا ہے پس یہ کہنا غلط نہ رہتا ہے کہ ج کل ب میں نہیں۔

دوسری مثال میں اصغر ج جڑی ہے یعنی تمام ا- پر نہیں آیا ہے اس سبب سے کہ محمول پڑا ہے قضیہ موجبہ کا مگر نتیجہ میں بیاعت موضوع ہونے قضیہ کلیہ کے کلی ہے اور یہی باعث غلطی کا ہے۔

پہلی مثال میں ایسی غلطی ہے گویا کوئی کے کہ۔

سب چ پائے حیوان ہیں
کوئی پرند چ پائے نہیں ہے
پس کوئی پرند حیوان نہیں ہے

دوسری مثال میں اس طرح کی غلطی ہے جیسے کوئی کے۔

سب انسان گنہگار ہیں

سب انسان حیوان ہیں

پس سب حیوان گنہگار ہیں

جو اکبر کہ کبریٰ میں یا اصغر کہ صغریٰ میں جزی ہو اور نتیجے میں اگر کٹی ہو جائے اوکو کلیت ناجائز کہتے ہیں پس اگر اکبر و جزی میں کلی ہو جائے جس حال میں کہ کبریٰ میں جزی تھا اوکو کلیت ناجائز اکبر کی کہتے ہیں اور جو اصغر کہ صغریٰ میں جزی تھا اور نتیجے میں کٹی ہو جائے اوکو کلیت ناجائز اصغر کی کہتے ہیں۔

ساتواں قاعدہ۔ اگر کبریٰ اور صغریٰ دونوں جزی ہیں تو

نتیجہ کچھ نہیں نکلا گا۔

یہ قاعدہ پانچویں اور چھٹیوں قاعدہ سے نکلتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب دونوں جزی ہوں تو کوئی واسطہ کاملہ اکبر اور اصغر کے مقابلہ کر نیکا نہوگا۔

دو قضیے خریون سے نتیجہ نکالنا دو غلطیوں سے خالی نہوگا یا حد وسط جزی ہوگی یا کلیت ناجائز اکبر یا اصغر کی پائی جاگی۔ مثلاً کوئی کہے۔

بعض آدمی عقل مند ہیں

بعض آدمی بیوقوف ہیں

اس سے کچھ نتیجہ نہیں نکلتا ہے اس سبب سے کہ حد وسط جزی ہے اور بالفرض اگر نکالا بھی جائے تو یوں ہوگا کہ بعض بیوقوف آدمی عقل مند ہیں اور یہ کہنا صحیح نہیں بلکہ ایسا ہے جیسا کوئی کہے کہ۔



بعض ا ب ہے

بعض ا ج ہے

پس بعض ج ب ہے

اور اگر کہہ میں ایک سالہ ہو تو مثال یوں ہوگی۔

بعض حیوان ہوشیار ہیں

بعض چوپائے ہوشیار نہیں ہیں

پس نتیجہ نکالنا ان میں سے اس فکر صبر کر۔

”بعض چوپائے حیوان نہیں“

کافیت ناجائز اکبر کی ہے۔

یہ بھی کہنا ایسا ہی ہے کہ۔



بعض ا ب ہے

بعض ج ب نہیں ہے

پس بعض ج ا نہیں ہے

اس ۸ وین قاعدے سے حسب بیان مندرجہ صفحہ ۴۹ بعض صورتیں مستثنیٰ ابھی

میں۔ مثلاً۔

بعض حیوان آدمی ہیں

بعض آدمی عقلمند ہیں

پس بعض عقلمند حیوان ہیں

یہاں نتیجہ صحیح ہے اور حد اوسط حالانکہ قضیہ موجب کا محمول واقع ہوئی ہے مگر

گلی ہے کیونکہ بعض حیوان سے مقصود کل افراد انسان ہیں اور فی الحقیقت آدمی گلی پڑا ہے۔

آٹھواں قاعدہ۔ اگر ایک مقدمہ جزئیہ ہو تو نتیجہ ضرور جزئیہ ہوگا۔

ثبوت اسکا اس طرح ہے کہ وہ مقدمہ جزئیہ یا موجبہ ہوگا یا سالبہ + فرض کرو کہ موجبہ جزئیہ ہو + تو چونکہ ایک قیاس میں (قاعدہ - ۷) دونوں مقدمے جزئیہ نہیں رکھ سکتے ہیں اس واسطے وہ سراسر مقدمہ ضرور موجبہ کلیہ یا سالبہ کلیہ ہوگا۔ فرض کرو کہ موجبہ کلیہ ہو تو اوہ میں فقط ایک جز گلی ہوگا اور وہ جز ضرور جدا واسطہ ہونا چاہیے۔ ورنہ کسی مقدمہ میں جدا واسطہ کلی نہ رہے گا کیونکہ موجبہ جزئیہ مفروضہ کسی جزئیہ کی کلیت نہیں ظاہر کرے گا (قاعدہ - ۵) اس بحث سے نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر وہ آخر دونوں مقدموں میں گلی واقع نہ ہونے سے نتیجے میں گلی نہیں آئے گی (قاعدہ - ۶) یہ بات فقط موجبہ جزئیہ میں یعنی جب کہ نتیجہ موجبہ جزئیہ ہو پائی جاتی ہے۔ لیکن فرض کرو کہ وہ قضیہ سالبہ کلیہ ہو تو مقدمے سالبے سے نتیجہ ضرور سالبہ نکلتے گا (قاعدہ - ۲) چونکہ صورت مذکورہ میں دو مقدمات میں سے ایک یعنی موجبہ جزئیہ میں کوئی جز گلی نہ ہوگا اور دوسرے یعنی سالبہ کلیہ میں ایک گلی ہوگا خواہ اکبر ہو یا اصغر تو فقط ایک جز رہے گا جو نتیجے میں گلی ہو (قاعدہ - ۴) اس واسطے وہ قضیہ فقط سالبہ جزئیہ ہی ہو سکتا ہے جیسا کہ قاعدہ - ۸ میں مذکور ہوا۔

دوسری صورت۔ یعنی اگر مقدمہ موجبہ جزئیہ نہیں ہے تو سالبہ جزئیہ
 فرض کرو اور جب ایک سالبہ جزئیہ ہے تو دوسرا مقدمہ ضرور موجبہ (قاعدہ ۵-۳) اور
 کلیہ (قاعدہ ۵-۶) یعنی موجبہ کلیہ ہونا چاہیے۔ دونوں مقدمات میں ایک موجبہ کلیہ
 اور دوسرا سالبہ جزئیہ ضرور ہوگا تو دونوں مقدمے کے تین جزوؤں (یعنی اکبر و صغیر
 وحد اوسط) میں سے فقط دو کی کلیت ظاہر ہوگی۔ اور چونکہ ایک ان میں سے ضرور
 حد اوسط ہونا چاہیے (قاعدہ ۵-۶) تو فقط ایک جزوہ گیا جو نتیجے میں کلی ہو اور نتیجہ
 ضرور سالبہ ہوگا کیونکہ ایک مقدمہ سالبہ ہے اور نتیجہ جزئیہ ہوگا اس سبب سے
 کہ اس میں فقط ایک جزو جزئی ہونا چاہیے + اس واسطے بہر صورت آٹھوں قواعد
 بحسب مدللیم ہے۔

اس آٹھویں قاعدے کی مستثنیات بھی ان موجبات کے سبب سے ہوتے ہیں جو
 بحسب قاعدہ ۵-۷، محمول کلیات بیان کرتے ہیں (دیکھو صفحہ ۴۹)۔
 یہ آٹھوں قواعد واسطے دریافت کرنے صحت قیاس کے ہیں۔ اگر کوئی قیاس
 سوائے بعض مستثنیات مذکورہ قیاس کے ان قواعد کے بموجب نہ ہو تو بیشک غلط
 ہوگا۔ اگرچہ صریحی نہ معلوم ہو کہ فلاں غلطی ہے مگر تاہم غلط سمجھنا چاہیے۔ اگر ثبوت
 ان قواعد کا ہر وقت یا دز سے تو خیر لیکن قواعد کو بخوبی ذہن نشین کرنا چاہیے۔

بجمل بیان

- ۱۔ ہر قیاس میں صرف تین ہی قضیے ہوتے ہیں یعنی کبریٰ و صغریٰ اور نتیجہ۔
- ۲۔ ہر قیاس میں صرف تین ہی جز ہوتے ہیں یعنی اکبر اصغر اور حد اوسط۔

قیاس کو قانون بدیہی

پہلے۔ اگر دو جز کسی تیسرے جز کے مطابق ہوں تو آپس میں بھی
مطابق ہوں گے۔

دوسرے اگر ایک جز مطابق ہو اور دوسرا غیر مطابق ہو کسی تیسرے جز
کے تو یہ دونوں آپس میں غیر مطابق ہوں گے۔

قیاس کے قواعد

پہلا قاعدہ ۱۔ جس قیاس میں کبریٰ اور صغریٰ موجبہ ہوں تو
نتیجہ بھی موجبہ ہوگا۔

دوسرا اگر کبریٰ اور صغریٰ میں ایک موجبہ اور ایک سالبہ ہو تو نتیجہ
ضرور سالبہ ہوگا۔

تیسرا اگر کبریٰ اور صغریٰ دونوں سالبہ ہوں تو کچھ نتیجہ نہ نکلے گا۔
چوتھا حد اوسط ضرور مفرد ہونا چاہیے یعنی کبریٰ اور صغریٰ میں اسکر
صرف ایک ہی معنی ہوں۔

پانچواں کبریٰ اور صغریٰ میں سے ایک میں حدا وسط کٹی ہونا چاہیے۔
 چھٹواں اگر کبریٰ یا صغریٰ میں اکبر یا صغریٰ ہوں تو نتیجے میں سب
 جزئی ہونا چاہیے۔

ساتواں۔ اگر کبریٰ اور صغریٰ دونوں جزئی ہوں تو کچھ
 نتیجہ نہ نکلا گا۔

آٹھواں۔ اگر ایک مقدمہ جزئی ہو تو نتیجہ ضرور جزئی ہو گا۔

فصل

شکل

۱۔ ابھی تک اس بات کا کچھ لحاظ نہ تھا کہ بموجب موقع اور محل حدا وسط کے
 قیاس کی کئی صورتیں ہوتی ہیں۔ بعض مواقع ایسا ہے کہ حدا وسط کو موضوع
 گردانہ کبریٰ میں اور محمول صغریٰ میں سب سے اچھا معلوم ہوتا ہے اور بعض
 مواقع ایسا اگر پڑتا ہے کہ حدا وسط کبریٰ اور صغریٰ دونوں میں محمول ہوتا ہے۔
 کوئی جگہ خاص حدا وسط کے ہونے کی متعین نہیں ہے بلکہ جس جا پر اوسکا لانا ذلیل
 کرنیوالے کے دل کو پسند آوے وہاں پر لا دیا مثلاً ایک قیاس ہے کہ۔

نیک لوگ دوزخ کو نہیں جاتے
جھوٹے دوزخ کو جاوے گئے
پس جھوٹے نیک لوگ نہیں ہوتے ہیں

اور یوں بھی ہو سکتا ہے کہ۔

جو لوگ دوزخ کو جاتے نیک نہیں ہیں
جھوٹے دوزخ کو جاتے ہیں
پس جھوٹے نیک لوگ نہیں ہیں

ان دو قیاس میں حد اوسط دوزخ کو جانا پہلی مثال میں کبریٰ اور صغریٰ
دونوں میں محمول پڑا ہے + دوسری مثال میں کبریٰ میں موضوع اور صغریٰ
میں محمول پڑا ہے۔

شکل سے مراد موقع اور محل واقع ہونے حد اوسط کا ہے + اگرچہ اول پیشدی کو
شکل کا بیان ذرا مشکل معلوم ہوگا مگر تھوڑے ہی مشق میں بخوبی صاف ہو جاویگا۔
اس کیفیت سے آگاہ ہونا نہایت پر ضرور ہے تاکہ مختلف صورتیں قیاس کی بہ آسانی
تمام استعمال میں آویں۔

۲۔ یہ ظاہر ہے کہ حد اوسط چار موقع پر آسکتی ہے۔

پہلے اگر حد اوسط موضوع ہو کبریٰ میں اور محمول ہو صغریٰ میں تو شکل اول ہوگی۔
دوسرے اگر حد اوسط کبریٰ اور صغریٰ دونوں میں شامل واقع
ہو تو شکل دوم ہوگی۔

تیسرے اگر حد وسط دونوں میں موضوع ہو تو شکل سیدوم کہیں گے۔
چوتھے اگر حد وسط کبریٰ میں محمول ہو اور صغریٰ میں موضوع ہو تو شکل چہام
ہوگی۔

اب فرض کر دو کہ ہ۔ حد وسط اور ا۔ اکبر اور س۔ اصغر ہو تو چار شکلیں ایس طرح
ہوں گی۔

شکل ۱۔	شکل ۲۔	شکل ۳۔	شکل ۴۔
ہ۔ ا۔ س۔	ا۔ ہ۔ س۔	ا۔ ہ۔ س۔	ا۔ ہ۔ س۔
س۔ ہ۔ س۔	س۔ ہ۔ س۔	س۔ ہ۔ س۔	س۔ ہ۔ س۔
س۔ ا۔ س۔	س۔ ا۔ س۔	س۔ ا۔ س۔	س۔ ا۔ س۔

ہر شکل میں ایک مثال دی جاتی ہے تاکہ کیفیت کلی او کی کھل جاوے۔ حد وسط
دو لکیروں کے بیچ میں ہے۔

شکل اول

(اور دن کو نقصان سے اپنا نفع ٹکنا) گناہ ہے
(خواب اور دن کے نقصان سے اپنا نفع ٹکنا) سچ
پس جو گناہ ہے۔

شکل دوم

سب عقلمند آدمی (علم کو عزیز جانتے ہیں)
بعضے دولت مند (علم کو عزیز نہیں جانتے ہیں)
پس بعضے دولت مند آدمی عقلمند نہیں ہیں

شکل سیوم

(بعض نیک آدمی) عالم نہیں ہوتے ہیں
(کُل نیک آدمی) قابل تمسین ہوتے ہیں
پس بعض آدمی جو قابل تمسین ہیں عالم نہیں ہوتے ہیں

شکل چہارم

کوئی ہم ظلم کا کسی غلامداری میں نفع خلائق نہیں
بعض کام نفع خلائق کے جو میں نہیں چلتے ہیں
پس بعض کام جو نہیں چلتے ہیں ظلم نہیں ہیں

۳۔ اب ان چار شکلوں پر بہ ترتیب غور کرنا اور ان کے خاص قاعدے

نکالنا چاہیے۔

بیان شکل اول

ظاہر ہے کہ پہلی شکل کی ایسی صورت ہے کہ ارسطاطالیس کے قول سے فوراً پرکھی
جائے۔ مثلاً پہلی شکل کی ایسی صورت ہے کہ اس میں۔

کُل کی نسبت کچھ کہا جاتا ہے
بعض چیزیں اس کُل میں شامل کیجاتی ہیں
پس ان بعض چیزوں کی نسبت بھی وہ بات کہی جاتی ہے

اور یہی صورت ارسطاطالیس کے قول کی ہے۔

قیاس حلیہ کی چاروں صورتوں کو کلیت و جزیت اور ایجاب و سلب کی بموجب بنانے سے
معلوم ہوتا ہے کہ شکل اول میں قیاس کی صرف چار صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱	۲	۳	۴
سب ہا ہے	سب ہا ہے	کوئی ہا نہیں	کوئی ہا نہیں
سب ہا ہے	بعض ہا ہے	سب ہا نہیں	بعض ہا نہیں
سب ہا ہے	بعض ہا ہے	کوئی ہا نہیں	بعض ہا نہیں

اس واسطے کہ شکل اول بموجب قول ارسطاطالیس ہے تو موضوع کے کل افراد پر
محمول کا دعویٰ ہوگا۔ پس ظاہر ہے کہ شکل اول میں کبریٰ ہمیشہ کلیہ ہوتا ہے اس
سبب سے اگر شکل اول میں کوئی ایسا قیاس ہو کہ جس میں کبریٰ جزیہ ہو تو قیاس
باطل ہوگا۔

چونکہ بموجب قول ارسطاطالیس صغریٰ میں دعویٰ اس بات کا ہوتا ہے کہ موضوع
اوسکا کبریٰ کے موضوع میں شامل ہے اس سبب سے ظاہر ہے کہ شکل اول میں
صغریٰ موجب ہونا چاہیے۔ پس اس شکل میں کوئی قیاس کیونکہ نہ ہو اگر اوسکا صغریٰ
سالمہ سے تو وہ غلط ہوگا۔

چنانچہ اس بیان کے بموجب پہلی شکل کی واسطے دو قاعدے ہیں (صفحہ ۸۷)

۱۔ کبریٰ کا کلیہ ہونا ضرور چاہیے

۲۔ صغریٰ کا موجب ہونا ضرور چاہیے

غرض کہ اس شکل میں قیاس کی صرف چار صورتیں ہیں جنکی صحت ارسطاطالیس
کے قول سے معلوم ہوتی ہے مگر اوپر شکلیں چونکہ بصورت قول ارسطاطالیس نہیں ہیں

اس جہت سے ضرور ہے کہ جو قوانین بدیہی اور قواعد واسطے صحت اقسام قیاس کے
مقرر ہیں اون سے اون کی صحت دریافت کی جاوے۔

بیان شکل دوم

معلوم ہوتا ہے کہ شکل دوم میں نتیجہ قیاسوں کا ضرور سالبہ ہونا چاہئے اس سبب
سے کہ صغریٰ اور کبریٰ دونوں میں حد واسطہ محمول واقع ہوتا ہے اور اگر کبریٰ
و صغریٰ دونوں موجب ہوں دونوں میں حد واسطہ جزئی ہوگا حالانکہ چاہئے یہ تھا
کہ ایک میں کلی ہو۔ اس واسطے ضرور ہے کہ ایک قضیہ سالبہ ہو کیونکہ سالبن کا محمول
کلی ہے۔ پس اگر کبریٰ اور صغریٰ میں سے ایک سالبہ ہو تو نتیجہ بھی بموجب قاعدہ
مذکورہ ضرور سالبہ ہوگا (صفحہ ۶۸ ق ۲)

اور علاوہ اس کے اگر نتیجہ سالبہ ہو تو اس کا محمول جو اس شکل میں کبرئے کا
موضوع واقع ہوا تھا کلی ہوگا۔ پس کبریٰ کلیہ ہوگا۔ لہذا بموجب بیان مذکور بالا
دوسری شکل کے لئے تین قاعدے نکلتے ہیں یعنی۔

۱۔ کبریٰ ضرور کلیہ ہونا چاہئے۔

۲۔ کبریٰ صغریٰ میں سے ایک ضرور سالبہ ہونا چاہئے۔

۳۔ نتیجہ ضرور سالبہ ہونا چاہئے۔

جو کوئی قیاس اس شکل کا قواعد مذکورہ بالا کے خلاف ہوگا غلط ہوگا۔

بیان شکل سیوم

مثال اس شکل کی
 ۱- ۱ ہے
 ۲- ۲ ہے
 ۳- ۳ ہے

اور دون کی بہ نسبت اس شکل کی کئی صورتیں ہیں۔ اس کے لئے تین قاعدے ہیں اول نتیجہ جزئیہ ہوگا جیسا کہ اس شکل کی صورتوں سے ظاہر ہو جائیگا۔ مثلاً اگر کبریٰ اور صغریٰ دونوں موجب ہوں اور نتیجہ کلیہ نکالا جائے تو اصغر جو اس کا موضوع ہے کلی ہوگا لیکن چونکہ یہی اصغر باعث واقع ہونے محمول صغریٰ موجبہ کے کلی نہیں ہے اس جہت سے اگر نتیجہ میں اگر کلی ہو جائے تو یہ کلیت ناجائز اصغر کی ہوگی۔ اور اگر یوں فرض کیا جائے کہ کبریٰ اور صغریٰ میں سے ایک سالبہ ہو کیونکہ دونوں کا سالبہ ہونا تو حسب قاعدہ مذکورہ کے کسی طرح جائز ہی نہیں ہے (صفحہ ۶۹ ق ۳) تو اول فرض کرو کہ کبریٰ سالبہ ہو اور اسی صورت میں صغریٰ چونکہ موجبہ ہوگا اس باعث سے اس کا محمول اصغر جزئی ہوگا۔ پس نتیجہ جب کا موضوع وہی اصغر واقع ہو جو جزئی تھا صغریٰ میں کیونکہ کلیہ ہو سکتا ہے دوم فرض کرو کہ صغریٰ سالبہ ہو تو اس صورت میں بموجب قاعدہ مذکورہ کے کبریٰ ضرور موجبہ اور نتیجہ سالبہ ہوگا۔ پس اگر نتیجہ سالبہ کلیہ نکالا جائے تو اکبریٰ باعث واقع ہونے محمول قضیہ موجبہ کے جزئی ہوگا اور یہی اکبریٰ جزئی ہوگا قضیہ موجبہ میں نتیجہ سالبہ کا بھی محمول

واقع ہوگا۔ پس اگر بیان کلی قرار دیا جائے تو کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ کلیت ناجائز الکبر کی تھرتی ہے مگر نہ کہ بہر صورت نتیجہ اس شکل کا جز یہ ٹھہرتا ہے۔

دوم صفحہ صغریٰ کا موجب ہونا ہمیشہ ضرور ہے زیر اگر انہی ثابت ہو چکا ہے کہ نتیجہ اس شکل کا ہمیشہ جز یہ ہوتا ہے لیکن اگر صفحہ صغریٰ سالبہ ہو تو محمول اوسکا اصفہ کلی واقع ہوگا اور اس صورت میں تاکہ محفوظ رہیں کلیت ناجائز سے نتیجہ کلیہ نکالنا پڑیگا حالانکہ اھی بیان ہو چکا ہے کہ نتیجہ اس شکل کا کلیہ کسی طرح نہیں آتا ہے۔

تیسرے مقدمات میں ایک کلیہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس شکل میں حد وسط دونوں مقدمات کا موضوع ہوتا ہے۔ پس اس لئے کہ اوسکی کلیت قائم رہے ایک مقدمہ کلیہ ضرور ہوگا۔ پس بیان مذکورہ سے تین قاعدے نکلتے ہیں

۱۔ صفحہ صغریٰ ضرور موجب ہونا چاہیے۔

۲۔ کبریٰ صفحہ صغریٰ میں سے ایک کلیہ ہونا چاہیے۔

۳۔ نتیجہ ضرور جز یہ ہونا چاہیے

بیان شکل چارم

چوتھی شکل کی صورت یہ ہے۔

۱۔ ہ ہے
۲۔ م ہے
۳۔ ا ہے

یہ شکل پہلی شکل کا اولنا ہے یعنی اس شکل میں حد اوسط اکبر کا موضوع اور آسٹین
 محمول ہے۔ پہلے میں حد اوسط اصغر کا محمول ہے اور اس میں موضوع۔ اس سلاطین
 نے اس شکل کا استعمال نہیں کیا لیکن او منطقین متاخرین نے اسکو اختیار کیا۔ ایک
 مسلمان عالم ابو الولید ساکن ہسپانیہ نے لکھا ہے کہ اس شکل کا ایجاد گلن صاحب
 ہے جو ایشیا کوچک میں مسند اعیسوی میں پیدا ہوا۔ بعض اس شکل کو نہیں مانتے
 ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ شکل خلاف عقل کے ہے لیکن چونکہ احتمال ہے کہ کہیں یہ
 بہ باعث بے ترتیبی عبارت کے کسی دلیل یا قیاس میں یہ صورت واقع ہو اس
 باعث سے اسکا اور اون قاعدوں کا جنکی رو سے یہ شکل چارم استعمال میں
 آتی ہے سمجھنا بہتر ہے۔

ہو اوجہ کلیہ کے اور سب قضیے حملیے نتیجہ اس شکل کا ہوا کرتے ہیں۔ موجبہ
 کلیہ صرف شکل اول کا نتیجہ واقع ہوتا ہے۔ اس شکل پر غور کرنے سے معلوم ہوتا
 ہے کہ اگر کبری موجبہ ہو تو صغریٰ ضرور کلیہ ہوگا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر کبری
 اور صغریٰ خلاف اس قانون کے ہوتے تو حد اوسط جو اس شکل میں محمول واقع ہوا
 ہے کبری کا اور موضوع صغریٰ کا مطلق کلی نہوتا حالانکہ یہ چاہیے ہے کہ دونوں
 سے ایک میں تو کلی ہو (صفحہ ۳۷ ق ۵) غرض اگر کبری موجبہ ہو تو محمول اس کا
 جو حد اوسط ہے جزئی ہوگا اس لئے کبری جس کا وہی حد اوسط موضوع پڑا ہے

ضروری ہونا چاہیے تاکہ اوس کی کلیت ایک مین تو ضرور ہو جائے۔

اگر صفری موجب ہو تو نتیجہ ضرور جزئی ہوگا۔ اگر ایسا نہ ہو تو کلیت ناجائز اصفری
 ٹھہری کیونکہ اگر صفری موجب ہو تو اوس کا محمول اصفری جزئی ہوگا اور وہی اصفری
 باعث واقع ہونے موضوع نتیجے کے ضرور جزئی ہونا چاہیے تاکہ کلیت
 ناجائز نہ ہو۔

اگر کبریٰ اور صفری مین سے ایک سالبہ ہو تو ضرور ہے کہ کبریٰ کلیتہ ہو ورنہ
 کلیت ناجائز کبریٰ ٹھہری۔ مثلاً ان دونوں مین سے اگر ایک سالبہ ہو تو نتیجہ بھی
 ضرور سالبہ ہوگا (صفحہ ۶۸ ق ۲) اور اوس کا محمول جو اکبر ہے کلی ہوگا (صفحہ
 ۵۰ ق ۴) اور یہی محمول نتیجے کا کبریٰ مین موضوع ہے پس ضرور ہے کہ وہاں
 بھی کلی ہو ورنہ یہ اکبر نتیجے مین کلی ہوگا اور کبرائے مین نہیں۔ اور یہ خلاف
 قاعدہ ہے۔

پس تین قاعدے ہیں جنکے بموجب اس شکل کے قیاس ہوا کرتے ہیں۔

۱۔ اگر کبریٰ موجب ہو تو صفری ضرور کلیہ ہوگا۔

۲۔ اگر صفری موجب ہو تو نتیجہ ضرور جزئی ہوگا۔

۳۔ اگر کبرائے اور صفری مین سے ایک سالبہ ہو تو ضرور ہے کہ کبریٰ

کلیتہ ہووے۔

ان چاروں شکون کے قاعدوں کو خوب ذہن نشین کر لینا چاہئے تاکہ ہر وقت موقع پڑے کام میں آدین۔

۴۔ غور کرنا چاہئے کہ ہر شکل چہارم کے جو اتفاقیہ دلیل بے ترتیب کی صورت میں آ پڑتی ہے باقی تینوں شکلیں اپنے اپنے موقع پر استعمال میں آتی ہیں۔

مثلاً شکل اول بعینہ مطابق قول ارسطاطالیس ہے۔ اس جہت سے اس لایق ہے کہ جہاں کہیں کثیت مسلمہ یعنی تسلیم کی ہوئی سے یا عام باتوں سے نتیجہ نکالنا چاہیں سونکالیں۔ مثلاً اگر کوئی اس عام بات کو مانے کہ اوروں کے نقصان سے اپنا نفع تکنا گناہ ہے تو اگر ہم ثابت کریں کہ جو اکیلنا ایسا فعل ہے جس میں اوروں کے نقصان سے نفع تکنا ہے پس یہی نتیجہ نکلے گا کہ جو اکیلنا کیسا ہی کیون ہو گناہ ہے۔

دوسری شکل۔ اپنا دعویٰ قائم کرنے کے لئے اتنی کارآمد نہیں ہر جتنا کہ دوسری کی بات کو کاٹنے کے لئے + مثل شکل اول کی اس شکل کا کبریٰ قضیہ کلیہ ہوتا ہے جسکو فریق ثانی جس سے بحث کی جائے تسلیم کر لے + پھر یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ دعویٰ فریق ثانی کا صحیح نہیں ہو سکتا ہے اس سبب سے کہ یا تو اس کے دعویٰ میں ایک بات نہیں پائی جاتی ہے جو قضیہ کلیہ مسلمہ میں سے ہے یا یہ کہ اس دعویٰ میں پائی جاتی ہے مگر قضیہ مسلمہ میں نہیں ہے پس اس کا دعویٰ قابل تسلیم نہیں ہے۔

مثلاً کوئی کہے کہ خداوند عیسیٰ مسیح دعا باز تھا اس واسطے کہ اپنے لئے ایک گروہ کو مطیع کرنا چاہتا تھا اور ہانکی بہتری سے کچھ بڑھ کر نہ تھا تو ہم اس کے رد میں یہ قضیہ کاغذ لاؤں کہ جو دعا باز اپنے طلب کے واسطے ایک گروہ کو مطیع کرتا اس امر کی اطلاع اوس گروہ کو نہ دیتا کہ تمہارے اوپر میرے مطیع ہونے کے سبب سے بڑی بڑی مصیبتیں آئیں گی جب ہم دونوں اسکو تسلیم کریں تو ثابت کرنا چاہیے کہ خداوند عیسیٰ مسیح نے اپنی شاگردوں کو اس طرح کی اطلاع دی پس نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ دعا باز نہ تھا۔

دوسری مثال۔ فرض کرو کوئی کہے کہ پہل انسان کی بنائی ہوئی ہے کیونکہ بہت باتیں اوس میں انسانی کی معلوم ہوتی ہیں یا یہ کہ بہت باتیں اوس میں ایسی ہیں جنہیں انسان کی غلطی معلوم ہوتی ہے تو اس صورت میں شاید ہر کوئی اس قضیہ کاغذ کو تسلیم کریگا کہ۔

کوئی کتاب جبائی تعلیم اور خاصیت ایسی ہو کہ انسان کی طاقت سے باہر ہو
گو کہ بعض مقامات میں کیسی ہی شکل باتیں ہوں ضرور الہامی ہوگی۔
جب ہم اس قضیہ کو قیاس میں ملاؤں تو اس طرح پوری دلیل بنا سکتے ہیں۔
یہی درحقیقت ایسی کتاب معلوم ہوتی ہے۔

پس پہل ضرور الہامی ہے
شکل سوم خاص کر کے وہ موقع پر دلیل کرنے کے واسطے استعمال کیجاتی ہے۔

اول جہاں ہماد واسطہ اسم خاص یعنی اسم معرفہ ہوتا ہے کیونکہ درحقیقت اسم معرفہ معمول نہیں ہوتا ہے اور چونکہ اس شکل میں حد واسطہ معمول نہیں واقع ہوتا ہے بلکہ

کبریٰ صغریٰ دونوں میں موضوع واقع ہوتا ہے اس جہت سے اگر جدا وسط اہم معارف
ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ مثلاً۔

قبضہ ظالم تھا
قبضہ پرانا اور تھا
پس بعض نامور ظالم ہوتے ہیں

پس اس طرح کبھی کبھی ایک دلیل یا قیاس شکل سیوم کی صورت میں بنانا پڑتا ہے۔
دوم یہ شکل اس موقع پر استعمال کی جاتی ہے جہاں کسی کے دعویٰ پر اعتراض
پیش کرنا چاہیں جبکہ وہ قضیہ جزیہ سے بحث کرے جس حالت میں کہ قضیہ کلیہ سے
بحث کرنا چاہیے۔ تو ایسی جگہ پر ہم ثابت کرینگے کہ اگر یہ دلیل بہ صحت لکھی جاوے تو
فریق ثانی کے مطلب سے بھی بڑھ کر ثابت ہوتا ہے یعنی خود اس کے اوپر اعتراض
وارد ہوتا ہے۔ فرض کر دو کوئی شخص سکے کہ فلا فی بات نہیں مانتی چاہیے کیونکہ سمجھ
میں نہیں آتی اور کوئی اس سے سمجھا نہیں سکتا ہے۔ اگر یہ دعویٰ بہ ترتیب قیاس کے
لکھا جاوے تو یوں ہوگا کہ۔

بعض باتیں جو سمجھ میں نہیں آتیں اور نہ مانتا چاہیے
فلا فی بات سمجھ میں نہیں آتی
پس اسکو نہ مانتا چاہیے

اور یہ مثال بذریعہ حروف کے یوں ہوگی کہ۔

بعض ا۔ ب۔ ہے
ج۔ ا۔ ہے
پس ج۔ ب۔ ہے

ابن مشال سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس قیاس کا حد واسطہ جزئی ہے اس سبب سے یہ دلیل صحیح نہیں ہے۔ اگر صحیح طور پر لکھی جاوے تو یوں ہوگی۔

ہر ایک بات جو سمجھ میں نہیں آتی اور کو نہیں مانتا چاہیے
نظانی بات سمجھ میں نہیں آتی
پس اور کو نہیں مانتا چاہیے

یہاں پر کبریٰ کا یہ سے جو دلیل نکالتی ہے اس دلیل سے اس سے بھی بڑی ثبات ہوتا ہے جتنا کہ فریق ثانی کو منظور تھا یعنی ہوا اسکے اور پرتیسری شکل کی رد و اعتراض وارہ ہوتا ہے۔ مثلاً

روح اور جسم کے درمیان علاقہ جو ہے سمجھ میں نہیں آتا
روح اور جسم کے درمیان علاقہ جو ہے ہم اور کو مانتے ہیں
پس بعض باتیں جو سمجھ میں نہیں آتی ہم ہم مانتے ہیں

اس قیاس سے علامتیہ ثابت ہے کہ اگر دعویٰ فریق ثانی کا پھت لکھا جاوے تو کبریٰ غلط ٹھرتا ہے اور اس باب میں کہ خاص موقعوں پر ایک ضرب کو دوسری پر ترجیح ہے یہ لحاظ رکھنا چاہیے کہ فکر یہ چاہتی ہے کہ وسیع لفظ کم وسیع کا اور جنس نوع کا معمولی واقع ہو۔ مثلاً ہم یوں نہیں بولتے ہیں کہ ”یہ حیوان گھوڑا ہے“ بلکہ ”گھوڑا حیوان ہے“ یا ”عقل مند زید ہے“ بلکہ ”زید عقل مند ہے“۔ اسی واسطے جہاں کہیں مقدمات میں حد واسطہ زیادہ وسیع المعنی ہو تو ترتیب قیاس دوسری شکل میں اچھی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اسی صورت میں معمول پڑتی ہے۔ لیکن حد واسطہ اگر کم وسیع ہو

تو اسے موضوع ڈالنا اچھا معلوم ہوتا ہے اور ترتیب قیاس تیسری شکل میں
ہو جاتی ہے۔

بیان شکون اور اون کے قواعد کا ہو چکا + اب ہم اور بیان متعلق قیاس یعنی
ضرب کا بیان شروع کرتے ہیں۔

فصل ۳

بیان ضرب کا

۱۔ ضرب سے مراد ہے تینوں قضیوں قیاس کی کلیت و جزیت اور ایجاب و سلب
یعنی ”کم و کیف“

یاد رکھنا چاہیے کہ چار علامتیں سب قضیوں کی کلیت و جزیت اور ایجاب و سلب
کے معلوم کرنے کے واسطے مقرر کی گئی ہیں یعنی م ک واسطے موجبہ کلیہ کے۔
س ک واسطے سالبہ کلیہ کے م ج واسطے موجبہ جزیہ کے س ج واسطے سالبہ
جزیہ کے + ہر قیاس کی ضرب ان چاروں علامتوں سے لگتے ہیں۔ مثلاً
ایک قیاس ہے کہ۔

م ک جس فعل میں کہ اردو کو نقصان سے اپنا نفع ہو گناہ ہے

قاعدون کے جو مذکور ہو چکے ہیں واسطے قیاس اور شکلوں کے۔ مثلاً جو ضرب کہ جس کا کبریٰ اور صغریٰ موجب ہو اور نتیجہ سالبہ ہو جیسے م۔ م۔ م۔ س۔ ک۔ س۔ اور م۔ م۔ م۔ ج۔ س۔ ج۔ صحیح نہیں اس واسطے کہ وہ خلاف پہلے قانون کے ہوگی (صفحہ ۶۷ ق ۱) کل ضربین جن کا کبریٰ اور صغریٰ سالبہ ہو مثلاً س۔ ک۔ س۔ ک۔ اور س۔ ج۔ س۔ ج۔ اور س۔ ک۔ س۔ ج۔ قانون کے خلاف ہیں (صفحہ ۶۹ ق ۲) جن ضربوں کے کبریٰ و صغریٰ جزیہ ہوتے ہیں وہ ضربین بھی باعث خلاف قاعدہ ہونے کے گر جاتی ہیں (صفحہ ۷۰ ق ۱) چند ضربین جیسے م۔ ج۔ س۔ ک۔ س۔ ج۔ بسبب کلیت ناجائز ہونے کے گر جاتی ہیں (صفحہ ۷۰ ق ۲) چونکہ میں اٹھائیس ضربین تو صرف بسبب سالبہ اور جزیہ ہونے کبریٰ و صغریٰ کے گر جاتی ہیں۔ غرض یہ کہ صرف گیا صحیح رہتی ہیں یعنی۔

چار موجبے اور سات سالبے

م۔ م۔ م۔	س۔ ک۔ م۔
م۔ م۔ م۔	م۔ س۔ ک۔
م۔ م۔ م۔	س۔ م۔ ک۔
م۔ م۔ م۔	م۔ س۔ ج۔
م۔ م۔ م۔	س۔ م۔ ج۔
م۔ م۔ م۔	م۔ س۔ ج۔
م۔ م۔ م۔	س۔ ج۔ م۔

۲۔ اگر چاروں سکون میں کیا رہ گیا رہ ضربین استعمال کیجاتیں تو کل چو الیہ ضربین
 ہوتیں لیکن یہ بات نہیں ہے بلکہ بعض ضربین جو ایک شکل میں صحیح ہیں دوسری میں
 غلط یا عث مخالفت ہونے اور قواعد کے چور باب نہونے جزیت حد وسط اور
 کلیت ناجائز کے بیان ہو چکے ہیں پہلی ضرب م ج۔ م ک۔ م ج جو ہے شکل
 سوم میں صحیح ہے مگر اول میں نہیں کیونکہ وہاں حد وسط جزئی ہو جائیگی۔ اس طرح
 م ک۔ س ک۔ س ک کی ضرب شکل دوم میں صحیح ہے لیکن اول میں نہیں کیونکہ اگر
 وہاں استعمال میں آتی تو کلیت ناجائز اکبر کی ہوتی۔ غرض کہ اس ہی طرح ان گیارہ
 ضربوں کو چاروں سکون میں جانچو تو معلوم ہو گا کہ ہر شکل میں چھ ضربیں یعنی کل
 چوبیس صحیح رہتی ہیں مگر ان چوبیس میں سے بھی پانچ اگرچہ صحیح ہیں لیکن باطل
 دینے نتیجہ جزیرہ کے جس حال میں کہ نتیجہ کلیتہً نکل سکتا ہے بیکار رہیں۔ مثلاً ضرب
 م ک۔ م ک۔ م ج کی شکل بیکار ہے زیرا کہ ضرب م ک۔ م ک۔ م ک کی بھی نکل سکتی
 ہے جس میں نتیجہ ضرب اول داخل ہے مثلاً۔

کل انسان فانی ہیں

کل ہندو انسان ہیں

پس بعض ہندو فانی ہیں

یہ ضرب بالکل صحیح ہے لیکن جس حال میں کہ نتیجہ کلیتہً یعنی "کل ہندو فانی ہیں"
 نکل سکتا ہے تو یہ کس کام کا ہو۔ غرض کہ اس طرح کل اونیس ضربیں باقی رہتی ہیں

جورہین اونکی ضربین بموجب قانون "خلف" کے شکل اول میں لے توہین یہاں تک کہ وہی نتیجہ اس شکل میں بھی نکل آتا ہے۔ خلف کسی ضرب کی ترتیب کے بدلتے اور پہلی شکل میں لانے کو کہتے ہیں۔ اور یہ دو طرح پر ہے۔

ایک تو یہ کہ لانا کسی قیاس کا بموجب قاعدہ عکس کے (اور کہہ ہی کبریٰ کو صغریٰ اور صغریٰ کو کبریٰ کرنا) شکل اول کی کسی ضرب کی صورت میں تاکہ وہی نتیجہ نکل آوے جو اس قیاس میں نکلتا تھا۔ یا ایسا نتیجہ نکلے کہ عکس کرنے سے وہی ہو جائے جو اس قیاس میں تھا دوسرے یہ کہ شکل دوم یا سیدم یا چہا۔ م کا کوئی قیاس ہو اس کے نتیجہ کی صحت شکل اول میں جا کر اس طرح ثابت رہا کہ نقیض اس نتیجہ کی غلط ہے پس اگر شکل ستہ ثابت ہو جائے کہ نقیض اس نتیجہ کی غلط ہو تو البتہ وہ نتیجہ صحیح ہوگا۔

پہلے معلوم ہوتا ہے کہ تین اونکوں کی ضربین جورہین اون کے نتیجوں کی صحت شکل اول سے بھی دریافت ہو جاتی ہے، بعض منطقیین اس خلف کا بہت طویل طویل بیان کرتے ہیں لیکن یہ محنت فضول ہے جس حال میں کہ ہر قیاس کی صحت دریافت کرنے کے واسطے قواعد کافی موجود ہیں۔

لمبرٹ صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ خلف کے قاعدے سے اخیر کی تین شکلوں کو قیاسات کو شکل اول میں لانا فضول ہے۔ بعضے حال کے بڑے لایق معقولی جیسے ٹامسن صاحب ہیں اس گل بحث کو بیکار جانتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ خلف کی کچھ ضرورت نہیں۔

ہر شکل کے لئے علیحدہ علیحدہ صحت و عدم کے دریافت کے قاعدے کافی و جو وہ ہیں اور
یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ٹیبلٹن صاحب کے قاعدہ کیفیت محمول سے خلف کی کچھ ضرورت
نہیں رہتی۔

لیکن جو لوگ اس باب میں کچھ واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں او کی تسکین
کے واسطے مختصر بیان مع مثال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے دلیل خفایہ
کی دو قسمیں ہیں۔

قسم اول خلف۔ کی یہ ہے کہ صغریٰ کو عکس مستوی کے قاعدہ سے برنگ
کبریٰ کی جگہ رکھیں۔ ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اخیر کی تین شکلوں کی ضرورت کہ
اسی قسم کے خلف سے کس طرح شکل اول بدلا ہے۔

شکل اول

شکل دوم

م۔ ک۔ کل۔ ا۔ ب۔ ہے	X	کوئی۔ ب۔ ج۔ نہیں (عکس مستوی سے)
س۔ ک۔ کوئی ج۔ ب۔ نہیں		کل۔ ا۔ ب۔ ہے
م۔ ک۔ کوئی ج۔ ا۔ نہیں		کوئی۔ ا۔ ج۔ نہیں

شکل سیوم

م۔ ج۔ بعض ب۔ ا۔ ہے	X	کل ب۔ ج۔ ہے
م۔ ک۔ کل ب۔ ج۔ ہے		بعض ا۔ ب۔ ہے (عکس مستوی سے)
م۔ ج۔ بعض ج۔ ا۔ ہے		بعض ا۔ ج۔ ہے

بعض ج۔ ا۔ ہے۔ عکس مستوی سے

شکل چہارم

س ک	کوئی اب نہیں	کوئی ب اب نہیں (عکس مستوی سے)
م ک	کل ب ج ہے	بعض ج ب ہے (عکس مستوی سے)
م ج	بعض ج انہیں	بعض ج انہیں

یہ ہے خطوط x سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدمات بد لکڑی صورت قیاس میں ہو گئے ہیں۔ ایک مثال عبارتیں شکل دوم کی ضرب (م ک - س ک - س ک) مذکورہ صدر کو کافی ہوگی۔ طالب علم کو اچھا مشق ہو جائیگا اگر اپنی طرف سے چند مثالیں تجویز کر کے اسی طرح عمل کرے۔

مثال
ہر طامع بے صبر ہوتا ہے
نیک لوگ بے صبر نہیں ہوتے
اس لئے نیک آدمی طامع نہیں ہوتے

اس قیاس کو شکل اول کی ضرب (س ک - م ک - س ک) کی صورت میں اس طرح بدل سکتے ہیں کہ صغریٰ کو عکس مستوی سے بد لکڑی کی جگہ رکھیں۔

مثلاً
کوئی بے صبر نیک نہیں
ہر طامع بے صبر ہے
اس لئے کوئی طامع نیک آدمی نہیں

اس نتیجہ کا عکس یہ ہے کہ "نیک آدمی طامع نہیں ہے" جیسا پہلے ہوا۔

دوسری قسم خلف سے یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ نتیجہ صحیح ہے کیونکہ جب نقیض نتیجہ شکل اول کے قیاس کا۔ ایک مقدمہ بنا کر رکھا جاتا ہے تو نتیجہ

صریح غلط نکلتا ہے مثلاً دوسری شکل کی ضرب م ک۔ س ج۔ س ج کو لو۔

تمام نیک قانع ہیں
بعض دولت مند تانے نہیں ہیں
پس بعض دولت مند نیک ہمیں

فرض کرو کہ اگر یہ نتیجہ صحیح نہیں ہے تو نقیض نتیجہ کو شکل اول کے قیاس کا ایک
مقدمہ بناؤ اس طرح کہ۔

تمام نیک قانع ہیں
کل دولت مند نیک ہیں
اس لئے۔ کل دولت مند قانع ہیں

یہ نتیجہ نہ فقط صریح غلط ہے بلکہ خلاف واقع ہے کیونکہ اصل قیاس جسکو مقدمات
صحیح فرض کئے ہیں صغریٰ اس قیاس کا اوسکے مخالف ہے۔ اواسطی قیاس کے
مقدمات میں سے ایک ضرور غلط ہو گا یا ترتیب قیاس میں کچھ قصور ہو گا لیکن چونکہ
یہ دلیل یعنی ترتیب قیاس بشکل اول سے ہم جانتے ہیں کہ صحیح ہے۔ اس واسطے
ایک مقدمہ ضرور غلط ہو گا اور وہ مقدمہ صغریٰ ہے کیونکہ کبریٰ اصل قیاس سے
صحیح فرض کر لیا گیا ہے۔ حروف ہجاء سے اسکی مثال اس طرح ہے۔

کل ا۔ ب ہے
کل ج۔ ب نہیں
بعض ج۔ ا نہیں

یہ نتیجہ غرور صحیح ہے۔ اگر نہ تو نقیض اسکی صحیح ہوگی یعنی کل ج اسے + اس

تفسیر کو شکل اول کے قیاس کا ایک مقدمہ بنا کر کہیں تو مثال یہ ہوگی کہ۔

کل ا۔ ب ہے
کل ج ا ہے
کل ج ب ہے

لیکن پہلے قیاس کے مقدمات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ”بعض ج۔ ب نہیں ہے“
اور چونکہ یہ مقدمہ مخالف نتیجہ ”کل ج۔ ب ہے“ کے ہے اس واسطے دونوں صحیح نہیں
رہ سکتے ہیں۔ لیکن ”کل ج۔ ب نہیں“ پہلے قیاس کا مقدمہ صحیح فرض کر لیا گیا ہے
اس واسطے یہ نتیجہ کہ ”کل ج ب ہے“ غلط ہونا چاہیے۔ اگر غلط ہے تو یا تو ترتیب قیاس
میں یا کسی مقدمہ میں غلطی ہے۔ لیکن ترتیب قیاس بحسب شکل اول درست ہے۔
اس واسطے کوئی مقدمہ غلط ہے لیکن کبریٰ غلط نہیں ہو سکتا کیونکہ اصل قیاس
میں صحیح فرض کر لیا گیا ہے۔ اس سبب سے ”کبریٰ“ کل ج۔ ب ہے ”ضرور غلط
ہے اور اسکی نقیض پہلے قیاس میں ”کل ج۔ ب نہیں ہے“ صحیح ہے۔

فصل ۴

بیان قیاس شرطیہ کا

یہاں تک پہنچے اور قیاسوں کا جو مرکب ہیں حملیات سے بیان کیا اور جنکو قیاس حملیہ
کہتے ہیں۔ اب ہم بیان کرتے ہیں اور قیاسوں کا جو مرکب ہیں شرطیات سے۔

واضح ہو کہ جس قیاس میں قضیہ شرطیہ پایا جاتا ہے اسے شرطیہ کہتے ہیں
 اور جیسا قضیہ جس قیاس میں پایا جاتا ہے ویسا ہی اس کا نام ہوتا ہے۔ اگر قضیہ
 متصلہ پایا جاوے تو قیاس اتصالی۔ اور اگر قضیہ منفصلہ پایا جاوے تو انفصالی
 کہیں گے۔ قیاس شرطیہ میں کبریٰ قضیہ شرطیہ اور صغریٰ حملیہ ہوتا ہے اور نتیجہ بھی
 حملیہ نکلتا ہے۔ قضیہ شرطیہ کے جز اول کو مقدم اور دوسرے کو تالی کہتے ہیں
 اور بعض جگہ مقدم پیچھے آ جاتا ہے اور تالی اول۔
 مثال قضیہ شرطیہ

اگر زید کو بخار ہے تو وہ بیمار ہے

یہاں پڑا اگر زید کو بخار ہے مقدم اور تو وہ بیمار ہے تالی ہے اور مقدم اگر
 تالی کی جگہ آجائے تو یوں ہو گا کہ۔

”زید بیمار ہے اگر اس کو بخار ہے“

اس پر پتہ چلے گا کہ قیاس شرطیہ یا اتصالی ہوتا ہے یا انفصالی۔

۱۔ قیاس اتصالی

اول ہم بیان کرتے ہیں اتصالی کا جس کا کبریٰ شرطیہ متصلہ ہوتا ہے۔ اور
 صغریٰ حملیہ مثال اس کی

اگر زید کو سنا رہا ہے تو بیمار ہے
لیکن زید کو سنا رہا ہے
پس وہ بیمار ہے

وہی مثال بذریعہ حروف

اگر ا-ب ہے تو ا-د-ہ ہے
لیکن ا-ب-ہ ہے
پس ا-د-ہ ہے

اس مثال سے بخوبی روشن ہے کہ اگر مقدم تسلیم کیا جائے تو تالی کو بھی
تسلیم کرنا پڑیگا۔ پس یہ پہلا قاعدہ نکلا کہ۔

۱۔ اگر مقدم تسلیم کیا جاوے تو تالی کو بھی تسلیم کرنا پڑیگا۔

لیکن اگر مقدم کا انکار کیا جائے تو کچھ ضرور نہیں کہ تالی کا بھی انکار کیا جائے۔
زید کو سنا رہا نہیں ہے
پس وہ بیمار نہیں ہے

یہ کچھ ضرور نہیں ہے کہ اگر سنا رہا تو بیمار بھی نہ ہو۔ شاید کسی اور سبب سے بیمار
اگر تالی کا انکار کیا جائے تو مقدم کا بھی انکار کرنا پڑیگا مثلاً۔

زید بیمار نہیں ہے
پس اسکو سنا رہا نہیں ہے

صاف ظاہر ہے کہ اگر زید بیمار نہیں ہے تو اسکو سنا رہا بھی نہیں ہے۔ پس
دوسرا قاعدہ یہ نکلا کہ۔

۲۔ اگر تالی کا انکار کیا جائے تو مقدم کا انکار بھی کرنا پڑیگا۔

لیکن غور کرنا چاہیے کہ اگر تالی تسلیم کی جاوے تو کچھ ضرور نہیں کہ مقدم ہی تسلیم
کیا جاوے مثلاً یوں نہ کہنا چاہیے۔

پس زید بیمار ہے
 اوسکو بخار ہے

کیونکہ شاید کسی اور سبب سے بیمار ہو۔

دونوں قاعدوں مذکورہ بالا سے تیسرا قاعدہ نکلتا ہے۔

۳۔ اگر تالی تسلیم کی جائے یا مقدم کا انکار کیا جاوے تو کچھ نتیجہ نہیں نکلیگا۔
جب مقدم کو صادق قرار دیکر تالی کو صادق ٹھہرا دین تو دعویٰ قایم ہوتا ہے اور جبکہ
تالی کو قرار دیکر مقدم کو کاذب ٹھہرا دین تو اس وقت میں دعویٰ باطل ہو جاتا ہے
اول صورت کو مثبتہ اور دوسری کو منفیہ کہنا چاہیے۔ اول صورت کو تیس
میں واسطے قایم کرنے دعویٰ کے کل قضیے متعلق کو کبریٰ گردانتے ہیں اور اس کے
عین مقدم کو صغریٰ۔ پس عین تالی اوسکا نتیجہ نکلا۔ چنانچہ مثال اسکی ذیل
میں لکھی ہے۔

اگر یہ شخص گنگا رس ہے تو خدا اوس سے ناخوش ہے

لیکن یہ شخص گنگا رس ہے

پس خدا اوس سے ناخوش ہے

واسطے باطل کرنے دعویٰ کے کل قضیے متعلق کو جیسا پہلی صورت میں کبریٰ کرتے
ہیں اور نقیض تالی کو صغریٰ پس نقیض مقدمہ نتیجہ نکلتا ہے مثلاً۔

اگر شخص گناہگار ہے تو خدا اس سے ناخوش ہے
لیکن خدا اس سے ناخوش نہیں ہے
پس وہ گناہگار نہیں ہے

دوسری مثال

اگر انصاف کا قانون جاری ہو تو غریب غریب کا حق ٹھکانے رہتا ہے
لیکن غریب غریب کا حق ٹھکانے نہیں رہتا ہے
پس انصاف کا قانون جاری نہیں ہے

جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے (صنفیہ) قضیہ متصلہ کئی صورتوں پر آتا ہے اور ویسی ہی
صورت قیاس اتصالی کی بھی بدل جاتی ہے مثلاً۔

اگر ا۔ ب ہے تو ج۔ د ہے	اگر برسات توڑی ہے تو فصل ہلکی ہوگی
ا۔ ب ہے	برسات توڑی ہے
پس ج۔ د ہے	اسلئے فصل ہلکی ہوگی

قضیہ متصلہ کے بموجب اور مثالین طالب علم بنا سکتا ہے۔ قیاس اتصالی کی
ایسی صورتیں بھی ہو سکتی ہیں کہ دونوں مقدمے متصلہ ہوں مثلاً۔

اگر ا۔ ب ہے تو ج۔ د ہے
اگر ج۔ د ہے تو ر۔ س ہے
اسلئے اگر ا۔ ب ہے تو ر۔ س ہے

جانتا چاہیے کہ قضیہ متصلہ درحقیقت موجبہ کلیہ ہوتا ہے خواہ اس کا مقدم اور تالی
کلی ہو یا جزئی موجبہ ہو یا سالیہ مثلاً۔

اگر کوئی شخص گناہ کرے خدا اس سے خوش نہ ہوگا

دیکھو اگرچہ یہاں پر مقدم موجب کالیہ اور تالی سالبہ کالیہ ہے تاہم کل قضیہ موجب کالیہ ہے۔

صدق اور کذب قضیہ متصلے کا اسکی تالی پر موقوف ہے یعنی اگر تالی مقدم والا زم ہے تو قضیہ سچا ورنہ جھوٹھا۔ مثلاً۔

اگر زید کو بخار ہے تو وہ بیمار ہے

یقضیہ متصلہ سچا ہے کسواسطے کہ تالی مقدم کو لازم ہے۔

لیکن اگر کوئی کہے کہ۔

”اگر یہ آدمی چور ہے تو ہندو ہے“

قضیہ جھوٹھا ہے کیونکہ اسکی تالی مقدم کو مطلق لازم نہیں ہے زیرا کہ تالی و مقدم کے درمیان کچھ علاقہ ضروری نہیں ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ کل قضیہ متصلہ صادق ہوتا ہے لیکن مقدم اور تالی دونوں کاذب ہوتی ہیں۔ مثلاً

اگر علم بڑی چیز ہے تو چوڑا بننا چاہیے

اس قضیہ کے صادق ہونے میں کچھ کلام نہیں مگر دونوں جزا اسکے کاذب ہیں

یعنی نہ تو علم بڑی چیز ہے نہ یہ کہ اسکو چوڑا بننا چاہیے۔

قیاس اتصالی کو حملیہ کی طرف پھیرتے ہیں یعنی قیاس حملیہ بناتے ہیں سہل طرح

کہ کبریٰ کی علامت اتصال ”اگر“ کو دور کر کے اسکی جگہ لفظ جس موقعہ ”یا“

جس حالت میں "اور اس موقع پر یا اس حالت میں" بڑھاتے ہیں۔ مثلاً۔

جس حالت میں زید کو بخار ہے وہ بیمار ہے

اس حال میں زید کو حالت بخار کی ہے

پس اس حال میں وہ بیمار ہے

قیاس انفصالی کی صحت دریافت کرنے کے واسطے بھی قواعد استعمال ہیں جو
حملیہ کے واسطے تھے۔

۲۔ قیاس انفصالی

قیاس انفصالی وہ ہے جس کا کبریٰ قضیہ منفصلہ اور صغریٰ حملیہ ہو۔ صورت
اوسکی یہ ہے۔

یہ ا۔ یا ب ہے یا ج ہے

یہ ا۔ ب ہے

پس یہ ا۔ ج نہیں ہے

دوسری مثال

یہ دلمہ شادیا سونا ہے یا چاندی

لیکن یہ چاندی نہیں ہے

پس یہ سونا ہے

ناظرین کو معلوم ہو گا کہ کبریٰ میں دو جزا انفصالی ہوتے ہیں اور صغریٰ میں دونوں
میں سے ایک موجبہ ہوتا ہے اور نتیجہ میں دوسرا سالبہ یا برعکس اس کے جیسا کہ
دوسری مثال سے ظاہر ہے۔

اور جانتا چاہیے کہ یہ کچھ ضرور نہیں کہ دو ہی جزا تفصالی ہوں بلکہ تین
ہوں یا زیادہ۔ مثلاً۔

یا۔ یا ب سے یا ج سے یا د سے
یا ا ب سے یا ج سے
پس یا۔ د سے

دوسری مثال

”عالم قدیم سے یا از خود بنگنا سے یا کسی حکیم کا بنایا ہو
لیکن عالم نہ تو قدیم سے نہ از خود بنگیا
پس کسی حکیم کا بنایا ہے

تیسری مثال

زاویہ ا۔ یا برابر ہوگا یا بڑا ہوگا یا کم ہوگا زاویہ ب سے
لیکن زاویہ ا۔ نہ برابر ہے نہ کم ہے زاویہ ب سے
پس زاویہ ا۔ ضرور بڑا ہوگا زاویہ ب سے

ایک سہل سا قاعدہ واسطے قیاس انفصالی کے یہ ہے کہ۔

اگر ایک جز کا ذب قرار دیا جائے تو دوسرا صادق قرار دیا جائیگا۔

جانتا چاہیے کہ کبھی اس عام قاعدہ کو خلاف بھی واقع ہوا کرتا ہے۔ مثلاً۔

بہ سبب نیکی کے ہم یا انسان کی نظریں پسند آنے یا خدا کی نظریں

یہاں نہیں ممکن ہے کہ دونوں جز صادق ہوں جس بیان میں ایسا قضیہ واقع ہو تو وہاں

طرز بیان سے معلوم ہو جائیگا کہ دونوں جز صادق ہیں یا صرف ایک۔

پس ج۔ دسے پاؤں ک سے پاؤں دسے

یہ سب مثالیں مذکورہ مثبتہ ہیں۔ اگر ہم چاہیں منقیہ بنا سکتے ہیں۔

اول صورت کی مثال یہ ہے کہ۔

اگر پاک لوگوں کو بہشت میں کسی بات کی خواہش نہیں ہوتی ہر پوری ہوتی پوری ہو جاتی ہر
تو ان کو کمال راحت ہوگی

لیکن ان کو یا تو خواہش نہیں ہوتی یا ہوتی ہے تو پوری ہو جاتی ہے

پس پاک لوگوں کو بہشت میں کمال راحت ہوگی

اد پر مذکور ہو چکا ہے کہ قیاس مرکب شرطیہ و حقیقت دیا اس سے زیادہ قیاس

ہوتے ہیں جن کو ملا کر ایک کر دیتے ہیں اور صغریٰ جن کا منفصلہ ہوتا ہے۔ چنانچہ واسطی

ظاہر کرنے اس بات کے دو نو قیاس جو اس قیاس مرکب میں ملا کر ایک کر دیتے ہیں

جداجدا کر کے لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ اگر پاک لوگوں کو بہشت میں چاہ کسی بات کی نہیں ہوگی تو دوسری کمال راحت میں ہونگے

لیکن ان کو چاہ نہیں ہوگی

پس پاک لوگ بہشت میں کمال راحت میں ہونگے

۲۔ اگر پاک لوگوں کی چاہ بہشت میں پوری ہو جائیگی تو دوسرے کمال راحت میں ہونگے

لیکن ان کی چاہ بہشت میں پوری ہو جائیگی۔

پس پاک لوگ بہشت میں کمال راحت میں ہونگے۔

دوسری مثال۔ مالی کمی ایک اور مقدم ایک

اگر انسان زندگی علم کی ترستی نہیں کر سکتا ہر تو وہ بڑا حیوان ہی یا خدا کی برابر ہو

لیکن وہ نہ ہر حیوان سے نہ خدا کے برابر ہے
پس وہ نیکی و علم کی ترقی کر سکتا ہے
اسکے بھی دو قیاس ہو سکتے ہیں مثلاً۔

۱۔ اگر انسان نیکی و علم کی ترقی نہیں کر سکتا ہے تو وہ نہ ہر حیوان ہے

لیکن وہ نہ ہر حیوان نہیں ہے

پس وہ نیکی و علم کی ترقی کر سکتا ہے

۲۔ اگر انسان نیکی و علم کی ترقی نہیں کر سکتا ہے تو وہ خدا کے برابر ہے

لیکن وہ خدا کے برابر نہیں ہے

پس انسان نیکی و علم کی ترقی کر سکتا ہے

قیاس مرکب کی دوسری صورت کی مثال جسکے کئی مقدم ہوتے ہیں اور ہر مقدم

کی تالی جدا ہوتی ہے۔

اگر یہ آدمی عقلمند ہوتا تو خدا کی نسبت بے تمیزی کا کلمہ شے سے زبان پر نہ لاتا

اور اگر نیک ہوتا تو حقیقت میں ایسا نہ کرتا اور اگر خیر خواہ انسان کا

ہوتا تو بھول کر ہی ایسا نہ کرتا۔

لیکن وہ باتو شے سے یا حقیقتاً یا بھول کر ایسا کرتا ہے

پس وہ یا تو عقلمند نہیں یا نیک نہیں یا انسان کا خیر خواہ نہیں

اس قیاس میں بھی تینوں قیاس جدا ہو سکتے ہیں۔

اگر یہ آدمی عقلمند ہوتا تو خدا کی نسبت بے تمیزی کا کلمہ شے سے زبان پر نہ لاتا

لیکن وہ بے تمیزی کا کلمہ شے سے زبان پر لاتا ہے

پس وہ عقلمند نہیں ہے

۲ } اگر یہ آدمی نیک ہو تا تو خدا کی نسبت بے تمیزی کا کلمہ حقیقت میں زبان پر نہ لاتا
لیکن وہ بے تمیزی کا کلمہ خدا کی نسبت زبان پر لاتا ہے
پس وہ پاک نہیں ہے

۳ } اگر یہ آدمی خیر خواہ انسان کا ہو تا تو خدا کی نسبت بے تمیزی کا کلمہ ہو لکر زبان پر نہ لاتا
لیکن وہ خدا کی نسبت بے تمیزی کا کلمہ ہو لکر زبان پر لاتا ہے
پس وہ خیر خواہ انسان کا نہیں ہے

قیاس مرکب شرطیہ و دو تین قیاسوں شرطی سے جو اختصار کے ساتھ ہوں ملکر
بنتا ہے۔

قیاس مرکب شرطیہ بھی قیاس حملیہ کی صورت میں ہو سکتا ہے اور واسطے
حیثیت کے صحت اس قیاس کے بھی وہی قواعد جنکا بیان اوپر آچکا استعمال
کے مطابق اور جیسا کہ قیاس اتصالی کو حملیہ کی طرف پھیرنے کے واسطے فقط جس
موقعہ پر اور اس موقعہ پر وغیرہ مستعمل ہیں اسی طرح اس میں بھی ہونا چاہیے۔
مثلاً۔

جس موقعہ پر ا۔ ب ہوتا یا ج۔ د ہوتا ہے اس موقعہ پر۔ ر۔ س ہوتا ہے

اس موقعہ پر ا۔ ب ہے۔ یا ج۔ د ہے

پس اس موقعہ پر۔ ر۔ س ہے

اگر مقدمات تسلیم کئے جائیں تو جو نتیجہ ان سے نکلیگا اسکو ضرور ماننا چاہیے۔

فصل ۵

قیاس سب سے ترتیب و مرکب

قیاس مخفف

جس قیاس کا ایک قضیہ یعنی کبریٰ یا صغریٰ مقدر ہوا ہو اسکو قیاس مخفف سمجھنا چاہیے۔ جیسا کہ اس کتاب میں بیان ہو چکا ہے (صفحہ ۶۵-۶۶) اکثر یونان ہوا کرتا ہے کہ دلیلون میں مفصل بیان نہیں ہوتا ہے اس لیے کہ اس دلیل کو ہم دیکھا ہی سمجھتے ہیں اگرچہ بعض قضیے چھوڑتے جائیں، مخفف دلیلین اکثر اسی صورت میں ہوا کرتی ہیں۔ اور یہ اختیار ہے کہ کبریٰ صغریٰ میں سے جو نسا چاہیں مقدر کریں۔ مثلاً ایک دلیل ہے کہ۔

کل انسان فانی ہیں
زید انسان ہے
پس زید فانی ہے

اب اگر ہم چاہیں تو کبریٰ کو اس دلیل میں نہ ذکر کریں مثلاً

زید انسان ہے
پس زید فانی ہے

دونوں طرح دلیل پوری ہے کیونکہ قضیہ مقدرہ ذہناً سمجھا جاتا ہے کہ انسان موجود نہ ہو۔

جانتا چاہئے کہ مخفف قیاس سے پورا قیاس باسانی بن سکتا ہے کیونکہ تینوں
 قیاس کے یعنی اکبر اور اصغر اور صدا وسط موجود ہیں۔ قیاس مخفف کی تجربہ دیکھتے ہو
 معلوم ہو جاتا ہے کہ اکبر اور اصغر میں کیونکہ نتیجہ میں ہمیشہ یہ خبر موجود ہوتے ہیں
 یہ نکتہ ملاحظہ نتیجہ کا ان خبر ہوتا ہے اور اس کا محمول اکبر یا صغیر ہو جاتا ہے
 یہ تفسیر قیاس مخفف میں کبریٰ ہے یا صغریٰ۔ مثلاً پہلی مثال مذکورہ قیاس
 مخفف میں معلوم ہوتا ہے کہ پہلا قضیہ جو ہے صغریٰ ہے اس سبب سے کہ نتیجہ
 موضوع اوسمین پایا جاتا ہے اور دوسری مثال میں جو قضیہ پایا جاتا ہے ضرور
 کبریٰ ہوگا کیونکہ نتیجہ کا محمول اس میں موجود ہے۔ پس جب معلوم ہو جاتا ہے
 کہ قیاس مقدم اس قیاس میں موجود نہیں ہے اس کو لا کے پورا قیاس
 نالیتے ہیں اور اسکی صحت بذریعہ اذن قواعد کے جو واسطے پرکھنے قیاس کے
 مقرر ہے دریافت کر لیتے ہیں۔

جانتا چاہئے کہ اکثر دلیل میں کبریٰ مقدر ہوا کرتا ہے اس وجہ سے کہ وہ ایک
 دینا مشہور و معروف قضیہ ہے کہ بغیر ذکر کرنے کے باسانی اس سے تسلیم کر لیتا
 ہے۔ مثلاً اگر کوئی بیان کرے کہ زید فانی ہے تو کبریٰ یعنی کل انسان فانی ہیں
 اس کو مقدر کر لیا کیونکہ ادنیٰ اور اعلیٰ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ سب آدمی
 نے واسے ہیں پس وہ یوں کہے گا کہ۔

زید انسان ہے

پس وہ فانی ہے

بعض موقع پر قیاس مخفف قیاس کی صورت پر نہیں ہوتا ہے جیسا کوئی کہے کہ۔

زید فانی ہے

کیونکہ وہ انسان ہے

جہاں کہیں کوئی حرف علت کا جیسا چونکہ کیونکہ اس باعث سے وغیرہ کسی قیاس مخفف کے قضیوں کو باہد گیر ربط دے تو اگر ہم چاہیں اونکا عکس یعنی مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کریں گے اور حرف علت کو دور کر کے آخر کے قضیہ میں لفظ پس بڑا دین گے تو اس حالت میں پورا قیاس بننے کے لایق ہوگا۔ پس اوپر کی مثال کو اگر اس صورت میں لادیں تو یوں ہوگا۔

زید انسان ہے

پس زید فانی ہے

قیاس مخفف سے پورا قیاس بنانے کا قاعدہ یہ ہے

اگر کسی مقدمہ میں موضوع نتیجے کا پایا جاوے تو وہ صغریٰ ہے اور اگر محمول

پایا جاوے تو کبریٰ۔

قیاس مسلسل

قیاس مسلسل شکل اول کے کئی قیاسوں مختصر کے سلسلے کو کہتے ہیں۔

یہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ بحث مباحثہ میں ہر دلیل کو بحسبہ بصورت قیاس علیحدہ علیحدہ

کر کے نہیں بیان کرتے ہیں بلکہ بعض قضیے ایسے موقع پر مقدر کرتے ہیں۔ اگر
 کئی ایک قیاس سلسلہ وار اس ترتیب سے بیان کئے جاوین کہ نتیجہ ہر قیاس کا
 دوسرے کا مقدم واقع ہو تو ایسے اختصار کو قیاس مسلسل کہتے ہیں۔ اور
 یاد رکھنا چاہیے کہ قیاس مسلسل میں محمول قضیہ اول کا دوسرے قضیہ کا موضوع
 ہوتا ہے اور تیسرے کا محمول چوتھے کا موضوع واقع ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ سب سے
 آخر کے قضیہ کا محمول قضیہ اول کا محمول پڑتا ہے۔ یہی قاعدہ اکثر دلیل لانے کا
 ہے۔ مثال قیاس مسلسل کی ذیل میں مندرج ہے۔

ا۔ ب ہے

ب۔ ج ہے

ج۔ د ہے

د۔ د ہے

ر۔ س ہے

پس۔ ا۔ س ہے

اور اگر ان حروف کے عوض میں قضیے قائم کئے جائیں تو مثال یوں ہوگی۔

ذہن ایک قوت ذرا کہ ہے

قوت ذرا کہ روح ہے

روح غیر جسم ہے

جو چیز غیر جسم ہے غیر فانی ہے

جو چیز غیر فانی ہے ابد تک رہی

پس۔ ذہن ابد تک رہے گا

اگر اس دلیل مختصرین جتنے قیاس داخل ہیں اون سب کو جدا جدا کر کے رکھیں
تو دلیل پین ہوگی۔

ب ج ہے	ج د ہے	د ر ہے	ر س ہے
ا ب ہے	ا ج ہے	ا د ہے	ا ر ہے
پس ا ج ہے	پس ا د ہے	پس ا ر ہے	پس ا س ہے

یہ مثال حروف کی ہوئی، قضیوں کی مثال یہ ہے۔

قوت دہنا کہ روح ہے

۱ ذہن ایک قوت دہنا کہ ہے
پس ذہن روح ہے

روح غیر جسم ہے

۲ ذہن روح ہے

لہذا ذہن غیر جسم ہے

جو چیز غیر جسم ہے وہ فانی ہے

۳ ذہن غیر جسم ہے

پس ذہن غیر فانی ہے

جو چیز غیر فانی ہے ابد تک رہیگی

۴ ذہن غیر فانی ہے

پس ذہن ابد تک رہیگا

اب دیکھنا چاہئے کہ یہ سب قیاس شکل اول کے ہیں اور قیاس سلسل سے مقابلہ

کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ب ج د ر جو قیاس میں دو دو بار آئے ہیں حد وسط

ہیں۔ اور معلوم ہوگا کہ قیاس سلسل میں آدھے حد وسط ہوتے ہیں جتنے اول قضیے

اور نتیجے کے بیچ میں قضیہ ہوتے ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ جتنے حد واسطہ ہیں اوتنے ہی قیاسوں سے اختصار کر کے قیاس مسلسل بناتے اور علاوہ اسکے ان قیاسوں کو قیاس مسلسل سے مقابلہ کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس میں صغریٰ صرف ایک ہوتا ہے یعنی "ا ب ہے" اور باقی سب کبریٰ ہوتے ہیں۔ غرض کہ یہ ظاہر ہے کہ قیاس مسلسل میں اصغر کو لیکے ایک حد واسطہ کو دوسرے سے سلسلہ دار ملاتے چلے آتے ہیں حتیٰ کہ نتیجہ میں اگر ا دس ہی اصغر کو سب سے آخری قضیہ کے محمول سے نسبت دیتے ہیں اس طرح گویا صرف ایک ہی قیاس ہوتا ہے چنانچہ مثال مذکورہ بالا سے ظاہر ہے کہ اصغر ب۔ اکبر س سے بذریعہ حد واسطہ ب ج۔ د کے نسبت دیا گیا ہے۔

جبکہ یہ بات قرار پائی کہ قیاس مسلسل قیاسوں شکل اول کا اختصار ہے تو معلوم ہوا کہ قیاس مسلسل میں بجز قضیہ اول کے اور کوئی جزئیہ نہیں ہوتا ہے اس سبب سے کہ پہلا قضیہ صغریٰ ہوتا ہے اور شکل اول میں صغریٰ ہی جزئیہ آتا ہے نہ یہ کہ کبریٰ (صفحہ ۸۰-۱) اور باقی سب کبریٰ ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس قیاس میں صرف ایک ہی قضیہ سالبہ ہوتا ہے اور وہ آخری ہے کیونکہ اگر ا د کوئی قضیہ سالبہ ہو تو علاوہ قیاس آخری کے ایک اور قیاس قیاس مسلسل میں ایسا ہوگا کہ جس کا نتیجہ سالبہ نکلے گا اور نتیجہ قیاس میں صغریٰ واقع ہوگا لیکن شکل اول میں صغریٰ سالبہ نہیں ہوتا ہے (صفحہ ۸۰-۲) پس ایک قاعدہ ذیل میں لکھتے ہیں۔

قیاس مسلسل میں ہوا نتیجے کے صرف پہلا قضیہ جزیہ ہوتا ہے اور صرف آخری یعنی نتیجے کے اوپر جو ہوتا ہے سالبہ ہوتا ہے۔

جو قیاس مسلسل اس قاعدے کے خلاف ہو گا صحیح نہیں ہو گا۔ جب قیاس مسلسل کے سب قیاس الگ الگ کر کے لگے جائیں تو اون کی صحت اون قاعدوں سے دریافت کرنا چاہیے جو اس مقصد کے واسطے مقرر ہیں + قاعدہ سٹے جدا کرنے قیاس کے یہ ہے۔

قیاس مسلسل کے دوسرے قضیے کو پہلا قیاس بنانے کے واسطے کبریٰ اور پہلے قضیہ کو صغریٰ گردانتے ہیں اور پہرا دن دونوں مقدمات سے جو نتیجہ نکلتا ہے اس دوسرے قیاس کا صغریٰ کرتے ہیں اور اس ہی قیاس کا کبریٰ قیاس مسلسل کے تیسرے قضیہ کو قائم کرتے ہیں۔ اسی طرح کرتے چلے جاتے ہیں جب تک سب حقائق تمام نہ ہو جاویں۔

قیاس مسلسل کا عکس بھی ہو سکتا ہے چنانچہ مثال ذیل سے ظاہر ہے۔

ر۔ س ہے

د۔ ر ہے

ج۔ د ہے

ب۔ ج ہے

ا۔ ب ہے

پس ا۔ س ہے

مثال قضیوں کی یہ ہے۔

جو چیز غنائی ہے ابد تک پہلی

جو چیز جسم نہیں غیر غائی ہے

روح جسم نہیں ہے

قوت دھڑاکہ روح ہے

ذہن قوت دھڑاکہ ہے

پس ذہن ابد تک رہے گا

یہاں پر دیکھنا چاہیے کہ اس صورت میں بھی وہی نتیجہ نکلا جو پہلی صورت میں نکلا تھا
گو کہ قضیے قیاس کے سب ادلتے ہو گئے ہیں۔

یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ اس عکس کی صورت میں پہلا قضیہ جو لاتے ہیں اس کے
افراد اور قضیوں سے زیادہ ہوتے ہیں اور گوارے جزئی کی طرف دلیل لاتے ہیں
اکثر موقعہ اگر ٹپتا ہے کہ یونہی دلیل لانا اچھا ہوتا ہے۔

قیاس سلسل قضیوں متعلقہ سے بھی مرکب ہوتا ہے اور تب قیاس سلسل شرطیہ کہتے
ہیں۔ قیاس سلسل شرطیہ قضیوں متعلقوں کے سلسلے سے مرکب ہوتا ہے اور وہ قضیے
اس طرح آتے ہیں کہ تالی ہر قضیہ اول کی اپنے مابعد کا مقدم واقع ہوتی ہے اور
نتیجہ یا تو پہلے مقدم کو آخری تالی کے ساتھ نسبت اثبات دینے سے حاصل ہوتا
ہے یا آخری تالی کو پہلے مقدم کے ساتھ نسبت نفی دینے سے۔ مثلاً۔

اگر ارب ہے تو ج - د ہے
اگر ج - د ہے تو ر - س ہے
لیکن ارب ہے پس ر س ہے
لیکن ر - س نہیں پس ا - ب نہیں

مثال اول قیاس سلسل شرطی بالایجاب کی -

اگر خدا پاک ہے تو بانی گناہ کا نہیں ہے
اگر وہ بانی گناہ کا نہیں ہے تو قسمت کا سلسل غلط ہے
لیکن خدا پاک ہے پس قسمت کا سلسل غلط ہے

مثال دوسری قیاس سلسل شرطی بالسلب کی -

اگر خدا کیلنا اچھی بات ہے تو اوس کا کیلنا درست ہے
اگر کیلنا درست ہے تو اوس کا انجام بہتر ہوگا -
لیکن اوس کا انجام بہتر نہیں ہوتا پس اوس کا کیلنا درست نہیں ہے

قیاس سلسل شرطیہ کو اسی قاعدہ کی رو سے جو شرطیہ کو حملیہ میں لانے کے واسطے

مقرر ہے حملیہ بھی کر سکتے ہیں (صفحہ ۱۱۰) اور پھر صحت اوسکی قاعدہ ون قیاس سلسل

سے معلوم ہو جاتی ہے یا یہ کہ اوس قیاس سلسل میں جتنے قیاس شرطیہ داخل ہیں

اون سب کو جدا جدا کر کے پھر اون کی صحت اوس قاعدہ کی رو سے جو قیاسون شرطیہ

کی صحت معلوم کرنے کے واسطے مقرر ہے دریافت کیجاوے (صفحہ ۱۱۰)

اب ہم کل بیان قیاسون کا بالا جمال لکھتے ہیں -

بیان مجمل

قیاس اس طرح پر منقسم ہے -

قیاس } حلیہ
 } شرعیہ
 { اتصالی
 { انفصالی
 { مرکب

در قسم کا قیاس } قیاس مخفف
 قیاس سلسل

قواعد

۱۔ قیاس اتصالی کے لئے

پہلا۔ اگر مقدم تسلیم کیا جاوے تو تالی بھی ضرور تسلیم کرنی پڑیگی۔

دوسرا۔ اگر تالی کا انکار کیا جاوے تو مقدم کا بھی انکار کرنا پڑیگا۔

تیسرا۔ اگر تالی تسلیم کی جاوے یا مقدم کا انکار کیا جاوے تو کچھ نتیجہ نہیں نکلے گا۔

۲۔ قیاس انفصالی کے لئے

اگر ایک جز کا ذب قرار دیا جاوے تو دوسرا صادق قرار دیا جاوے گا۔

۳۔ قیاس مخفف کے لئے

اگر کسی مقدمہ میں موضوع نتیجہ کا پایا جاوے تو وہ صغریٰ ہے اور اگر محمول پایا جاوے

تو کبریٰ ہے۔

۴۔ قیاس سلسل کے لئے

قیاس سلسل میں ہوا نتیجہ کے صرف پہلا قضیہ جزیہ ہوتا ہے اور صرف آخری قضیہ

یعنی نتیجہ کے اوپر جو ہوتا ہے سالبہ ہوتا ہے۔

حصہ

منطق استعمالی

منطق استعمالی سے یہ مراد ہے کہ اس علم کو جہان کہیں حاجت پڑے عمل میں لاوین۔ چنانچہ منطق استعمالی اس علم منطق سے جو صرف ذہن میں ہو فقط اسی بات میں مختلف ہے، کسی علم کا جان لینا اور بات ہے اور اس کا مشق رکھنا اس طرح ہے کہ روزمرہ کام میں آوے اور بات ہے۔ مثلاً یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص جتنے ہتھیار بڑھ ہی کے کام کرنے کے ہوں سب کا نام بخوبی جانتا ہو اور اس بات کو ہی واقف ہو کہ فلاں ہتھیار فلانے کام میں آتا ہے اور اس کو اس طرح استعمال میں لانا چاہیے۔ غرض کہ سب کام بڑھ ہی کا جانتا ہو مگر با این ہمہ چاہیے کہ کوئی چیز اور ہتھیاروں سے بڑھ ہی کی طرح بنائے تو کبھی نہ بنے گی پس مشق رکھنا بڑھ ہی کے کام کا اور بات ہے اور صرف جان لینا اس کا اپنے ذہن میں اور بات ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص ایک کتاب کو پڑھ کر پیمائش کے قاعدوں سے واقف ہو جاوے تو ہو جاوے مگر مشق جو ایک چیز ہے وہ جب تک کمیتوں کمیتوں ناپتا نہ پھرے اور طرح طرح کی باتیں دیکھ

نظر سے نہ گذرین کبھی نہیں حاصل ہوگا۔

بیان قواعد اور قوانین اور اصطلاحات منطق سے فراغت پائی۔ اب ارادہ ہے کہ آگے چلکر اس کتاب میں مفصل بیان استعمال منطق کے طریقوں کا لکھیں اور بتلاوین کہ کس طرح اسکو ردِ مزہ عمل میں لانا چاہیے۔ اول بیان مختلف صورتوں کے مغالطے کا جو اکثر آکے پڑتے ہیں لکھیں گے اور پھر طریقہ مغالطوں کے رفع کرنیکا بذریعہ مثالوں کے بتلاوین گے اور پھر چند طریقے دلیل لانیکے سمجھاؤں گے۔

فصل ۱

بیان مغالطوں کا

دلیل اور قیاس کی سب صورتوں کے بیان سے فراغت پائی۔ اب ضرور ہے کہ مغالطہ جو اکثر دلیل لانے میں پڑتا ہے اسکی مختلف قسموں کا بیان بالتشریح لکھیں۔ مغالطہ نادرست دلیل کو کہتے ہیں۔ چنانچہ استعمالِ علم منطق کا اس بات پر بہت منحصر ہے کہ مغالطے کو بخوبی پہچان لیں اور معلوم کر لیں اسواسطے بیان مغالطے کا خوب سمجھ لینا نہایت ضرور ہے۔ اس علم کے سیکھنے والوں کو مغالطے کی سب صورتوں سے واقفیت کامل پیدا کرنی چاہیے۔ مغالطے سے واقف ہونا صرف

اسی کام میں نہیں آتا ہے کہ اور دن کی غلط دلیل سے محفوظ رہیں بلکہ اپنی غلطیاں جو بروقت دلیل لانے کے ہو جایا کرتی ہیں اون سے محفوظ رہنے کے واسطے بھی کام آتا ہے۔ مغالطہ تین جگہ پڑتا ہے مثلاً جب کوئی لفظ مشکوک ہو یعنی دو معنوں میں استعمال کیا جاوے یا کوئی قضیہ غلط ہو جاوے یا ترتیب قیاس کی تادریست ہو جاوے۔

یہ ظاہر ہے کہ سب غلطیاں دو قسم پر ہو سکتی ہیں۔ اول جہان کہ ترتیب قیاس غلط ہو یعنی وہ نتیجہ مقدمات سے نہیں حاصل ہوتا ہے۔ دوم جہان ترتیب قیاس غلط نہیں ہے یعنی صحیح نتیجہ مقدمات سے حاصل ہوتا ہے لیکن اس قیاس کے کسی لفظ یا قضیے میں غلطی واقع ہے پہلی قسم کے مغالطے کو یعنی جبکہ قیاس کی ترتیب میں غلطی واقع ہوتی ہے مغالطہ صوری کہتے ہیں اور دوسری قسم کے مغالطے کو یعنی جبکہ قضیے کے معنوں میں غلطی واقع ہوتی ہے مغالطہ معنوی کہتے ہیں۔

قسم اول مغالطہ صوری

اس قسم میں وہ مغالطے داخل ہیں جو باعث خلاف ہونے قول و سطا طالیس کے اور قاعدون قیاس کے واقع ہوا کرتے ہیں اور یہ پانچ طرح ہیں۔

۱۔ حد اوسط جزئی۔

۲۔ کلیت ناجائز اکبر یا اہم غری۔

۳۔ قدمات سالبے۔

۴۔ نتیجہ موجبہ مقدمے سالبے سے یا عکس اس کے۔

۵۔ ایک قیاس میں تین جزوں سے زیادہ کا ہونا۔

ان سب صورتوں کی غلطی صورت قیاس سے معلوم ہو جاتی ہے جبکہ اپنی صورت میں بیان کیا جاوے لیکر غلطی کے پکڑنے میں اکثر مشکل دس وقت آکے پڑتی ہے جب دلیل مخفی نہ رہے کوئی تفسیر و بان مقدر ہو یا یہ کہ بہت سے انظوائی کی یہ میں غلطی ایسی ہے جس پر یہ ہو کہ یہ آسانی نہ معلوم ہوتی ہو۔ ایسے وقت میں اگر دلیل کو پر ہی صورت میں نہ دین یا یہ کہ اوں بہت سے انظوائی کے جہاں کو دور کر کر ترتیب قیاس رکھیں تو اس وقت غلطی صاف ظاہر ہو جائے گی۔ غلطیوں کا کچھ حال قیاس کی محنت دریافت کرنے کے قاعدے نکالتے ہیں ہم نے بیان کیا ہے اس وجہ سے یہاں کچھ زیادہ بیان کی حاجت نہیں ہے صرف مغالطے کی قسموں کا بیان لکھا جاوے گا اور ہر بیان کے ساتھ مثالیں ہوں گی۔ یا د رکھنا چاہیے کہ اس قسم کے مغالطے میں جو نتیجہ نکلتا ہو اگرچہ باعتبار اس پہلے معنی کے صحیح ہو لیکن مقدمہ اس پر نتیجہ نکلتا ہو تو دلیل ناقص رہے گی۔

۱۔ حد اوسط جزئی

صورت مخالف کی یہ ہے

بعض - ا - ب ہے

بعض - ا - ب ہے

بعض - ا - ب ہے

بعض - ا - ب ہے

بعض - ا - ب ہے

بعض - ا - ب ہے



دیکھو اس مثال میں نہ اکبر اور نہ اصغر حد اوسط کے کچھ افراد سے مقابلہ کیا گیا ہو
 یعنی حد اوسط کلی نہیں ہے جزئی ہے پس اس سبب سے دلیل غلط ہے اور اسی
 وجہ سے یہ نتیجہ جو بیان پر لکھا ہے مقدمات سے نہیں نکلتا ہے + فرض کرو کہ وہی شخص
 دلیل لائے کہ بندوں کا مذہب حق ہے کیونکہ بعض اچھے آدمی اس مذہب پر ایمان لائے
 ہیں اور اس کی تعلیم دیتے ہیں۔ بیان حد اوسط جزئی ہو کی جیسا کہ قیاس ہو یہی
 صورت میں لکھنے سے ظاہر ہے۔ مثلاً۔

نہیں۔ ب۔ ایسے آدمی قبول کرتے ہیں اور اس کی تعلیم دیتے ہیں
 نہ ہوں۔ ب۔ ایسے آدمی قبول کرتے ہیں اور اس کی تعلیم دیتے ہیں
 پس بندگان کا مذہب حق ہے۔

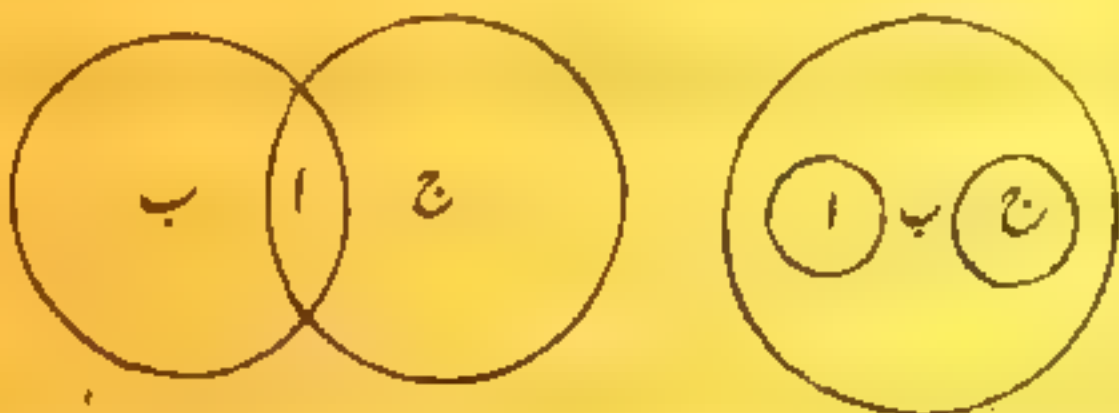
اس مثال میں حد اوسط اچھے آدمی قبول کرتے ہیں باعث واقع ہونے معمول

موجہوں کے تجزی سے صفحہ ۲۹ قاعدہ ۳) اس سبب سے نتیجے میں غلطی ہے۔

۲۔ ناجائز کلیت اکبر یا اصغر کی

صورت اس قسم کے مغالطے کی یہ ہے

سب ۱۔ ب ہے	یا	سب ۱۔ ب ہے
سب ۱۔ ج ہے		کوئی ج ۱۔ نہیں
پس سب ج۔ ب ہے		پس کوئی ج۔ ب۔ نہیں



فرض کر دو کوئی شخص دلیل لا دے کہ فلا نا بادشاہ بُرا نہ تھا کیونکہ وہ ظالم نہ تھا۔ یہ
دلیل اگر بہ ترتیب قیاس لکھی جاوے تو یوں ہوگی۔

سب ظالم بادشاہ بُرے بادشاہ ہوتے ہیں
زیادہ بادشاہ ظالم نہ تھا
پس زیادہ بُرا بادشاہ نہ تھا

اس مثال میں ”اکبر بُرے بادشاہ“ کلی ہے نتیجے سالجے میں کیونکہ اوسکا محمول
پُر اسے (صفحہ ۲۹ قاعدہ ۳) لیکن کبریٰ میں کلی نہیں ہے کیونکہ قضیے موجبہ کا محمول
پُر اسے (صفحہ ۲۹ قاعدہ ۳) پس کلیت ناجائز اکبر کی ہوئی۔

مثال دویم۔ فرض کر دو کوئی شخص دلیل لا دے کہ تعلیم کسی طرح کی کیوں

دعورتون کو تعلیم دینا بُرا ہے کیونکہ فلائی فلائی خراب عورتوں نے تعلیم پائی
 ہی۔ یہ دلیل اگر پوری صورت میں لکھی جاوے تو کلثیت ناجائز اصغر کی ظاہر
 ہو جائے گی۔ مثلاً۔

فلائی عورتیں بُری ہیں
 اُن عورتوں نے علموں کی تعلیم پائی تھی
 پس کسی طرح کا علم کیوں نہو عورتوں کو سکھانا بُرا ہے

اس مثال میں اصغر عورتوں کو علم سکھانا نتیجہ میں کلی ہے لیکن صغریٰ میں کلی
 نہیں ہے کیونکہ موجب کا محمول پُرا ہے پس دلیل صحیح نہیں ہے
 ۳۔ مقدمات ساسے

یہ ایسی غلطی ہے جیسے کوئی کہے۔



کوئی ا۔ ب نہیں ہے
 کوئی ج۔۔ نہیں ہے
 پس کوئی ج۔ ب نہیں ہے

یہ ظاہر ہے کہ حد اوسط آ مقابلہ کرنے کا واسطہ ان دونوں جزوں کے درمیان
 میں نہیں ہے اور اگرچہ اس صورت میں یہ نتیجہ صحیح ہے مگر ممکن ہے کہ کوئی
 صورت ایسی آکر پڑے کہ ب اور ج۔ آئیں نہ داخل ہوں مگر تاہم آپس میں علاقہ
 رکھیں۔ مثلاً۔



پس یہ دلیل غلط نہری۔

فرض کر دو کوئی شخص دلیل لاوے کہ علم اور نیکی میں کچھ علاقہ نہیں کیونکہ فلائی قوم
تربیت یافتہ نہ تھی اور پھر بھی بد ذات قوم نہ تھی۔ یہ مثال مقدمات سالیہوں کی
سے اس لئے کچھ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں ہے۔ اگر یہ دلیل بہ ترتیب کامل لکھی جاوے
تو یوں ہوگی۔

فلائی قوم بد ذات نہ تھی
وہ قوم تربیت یافتہ نہ تھی
پس۔ غیہ تعلیم یافتہ قوم بد ذات نہیں ہوتی ہے

۴۔ نتیجہ موجبہ نکالنا جبکہ مقدمات میں سے ایک سالیہ ہے اور برعکس اسکے۔
صورت اول۔ اگر کوئی مقدمہ سالیہ ہو تو نتیجہ موجبہ نہیں نکلے گا اور اگر
نکلے گا تو گویا ایسا ہوگا کہ دو جز جن میں سے ایک جز تیسرے جز یعنی خدا وسط سے
نسبت منفی کی رکھتا تھا نتیجہ میں اگر باہدگیر نسبت اس بات کی رکھیں گے اور
یہ بات قیاس کے قانون بدیہی کے خلاف ہے (صفحہ ۶۴ تا ۶۵) پس کوئی
دلیل یا قیاس جس کا نتیجہ موجبہ نکلے جس حالت میں کہ اس دلیل یا قیاس کو مقدمات
میں سے ایک سالیہ ہو ضرور غلط ہوگا۔

دوسری صورت مقدمات موجبوں سے نتیجہ سالیہ نہیں نکلتا ہے اور
اگر نکلے تو گویا ایسا ہوگا کہ دو جز جو کبھی صغریٰ میں تیسرے جز خدا وسط سے نسبت

اثبات کی رکھتے تھے نتیجے میں اگر ایک دوسرے کے منافی ہو جاویں گے اور یہ
یہ قیاس کے قانون بدیہی کے خلاف ہے (صفحہ ۶۷ تا ۷۰) پس جو کوئی قیاس
ایسا ہو جس کے مقدمات سوچیں سے نتیجہ سالبہ نکلے غلط ہوگا۔

۵۔ ایک قیاس میں تین جزوں سے زیادہ کا ہونا۔

یہ ظاہر ہے کہ جو کوئی دلیل بہ ترتیب قیاس صحیح لکھی جاتی ہے تو ضرور اس میں
صرف تین جز ہوتے ہیں پس جس دلیل میں تین جز سے زیادہ ہوں گے وہ دلیل
ضرور غلط ہوگی۔

اس قسم کا مغالطہ دو صورت میں آکر پڑتا ہے یا تو یہ کہ اکبر یا اصغر مشترک المعنی
ہوں یا حد واسطہ مشترک ہو۔ ان دونوں صورتوں میں سے جس کسی صورت میں
حد واسطہ کے ایک ہی نسخے کل قیاس میں قائم نہ رہیں تو بیشک قیاس میں تین جز
سے زیادہ ہو جاویں گے۔ مثال اس قسم کے مناسطہ کی جو صغریٰ میں آکر پڑتا ہے
اس طرح پر ہے۔

ظلم نے آدمی پر ظلم ہوا
او سکو ناحق قید خانے میں ڈال دیا
پس قید خانہ ظلم کی جگہ ہے

یہاں پر اس سبب سے غلطی واقع ہوئی ہے کہ ناحق قید خانہ میں ڈال دیا کے
اور "قید خانے" کے ایک ہی معنی لئے ہیں یعنی اس دعویٰ کرنے سے کہ جو صغریٰ کا

اصغر ہے وہی نتیجہ کا بھی اصغر واقع ہوا ہے لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے +
دوسری مثال۔

ہندو ایک طرح کا ایمان رکھتے ہیں
ہندو گناہ اکثر کرتے ہیں
پس بعض گنہگار ایماندار ہوتے ہیں

ایمان اکبر کبریٰ کا یعنی ایمان رکھتے ہیں "اوس اکبر سے جو نتیجہ میں آیا ہے یعنی
ایماندار" مختلف ہے۔ غرض اکبر اور اصغر کے مقدمات میں اور نتیجہ میں ایک ہی
معنی رہیں ورنہ اوس قیاس میں تین چیز سے زیادہ ہو جائیگی۔

لیکن اکثر اس طرح کا مغالطہ یعنی ایک قیاس میں تین چیز سے زیادہ کا ہونا اوس
صورت میں آکر پڑتا ہے جبکہ جدا وسط مشترک ہے۔ پس جدا وسط پر خوب لحاظ
رکھنا چاہیے تاکہ غلطی نہ پڑے۔ بعض لفظ جو جدا وسط میں واقع ہوتا ہے اوسکے
مختلف معنی مقدمات میں لئے جاتے ہیں یعنی ایک جدا وسط میں کبھی شرکت معنی
کی آ پڑتی ہے۔ مثلاً اگر چہ ایمان اور ایماندار دونوں کا مصدر ایک ہی ہے لیکن انکے
معنی ہمیشہ ایک ہی نہیں رہتے ہیں۔ مثلاً۔

ایماندار نجات پاؤں گے
زید ایمان میں پختہ ہے
پس زید نجات پاویگا

ممکن ہے کہ زید اپنی مذہب کا پختہ اور خوب سخت ہو لیکن ایماندار نہ ہو پس یہی وجہ مغالطہ کی ہے۔

ایک لفظ کے کئی معنی ہونے کے چند سبب ہیں اول یہ کہ شائبہ لفظی ہو جیسے
لفظ آگ کا کہ واسطے دہشت اور آگ دونوں کے مستعمل ہے یا لفظ لہسن کا کہ واسطے
اوس چیز کے جو پیرت پیدا ہوتی ہے اور واسطے اوس داغ کے جو لڑکپن میں آدھونگر
بین پر کہیں نہ کہیں ہوتا ہے دوم یہ کہ بہ سبب شائبہ صورت کے ایک ہی
لفظ و مختلف چیزوں کے واسطے بولا جاوے جیسے لفظ بہا لے گا کہ ہل میں لگا ہوتا ہے
اوسکا بھی کہتے ہیں اور چرخے میں جو ہوتا ہے اوسے بھی کہتے ہیں۔ یا لفظ کمان کا کہ
واسطے کمان کے اور گاڑی کے کہتے ہیں سیوم یہ کہ بہ سبب شائبہ مقصد
کے ایک ہی لفظ بولا جاوے جیسے لفظ پایہ کا کہ واسطے پایہ چوکی اور واسطے پایہ
شامیانہ دونوں کے بولا جاتا ہے۔ دونوں پایے ایک ہی مقصد کے واسطے ہیں
یعنی ایک چوکی تھامنے کے واسطے اور دوسرا شامیانہ کے تھامنے کی واسطے یا
مثلاً میٹھی چیز اور میٹھی آواز دونوں میں یہ شائبہ ہے کہ طبیعت کو خوش کرتی ہیں
اور چہارم کہیں پر بہ سبب قرابت کے ایک نام مختلف چیزوں کے واسطے
بولا جاتا ہے جیسے لفظ سواری کا کہ واسطے چیز کے جو بیٹھنے کے لئے ہوتی ہے
اور واسطے اوس نعل کے جو سوار سے ہوتا ہے یعنی دونوں کے واسطے مستعمل
ہے مثلاً کوئی کہے کہ گئی ایک سواری ہو یا یوں کہ فلا نا شخص اچھی سواری کرتا ہے
غلیٰ ہذا القیاس لفظ گاڑی کا اگر اس بیان پر بغور لحاظ رہے تو حد واسطہ مشترک کا

جانتا اور ظاہر کرنا آجایگا۔ طریقہ رفع کرنے مشترک معنی اور پڑنے غلطی کا یہ ہے کہ جو لفظ

حد وسط واقع ہوا اسکے ایک ہی معنی مقرر کر لی جائیں اور پھر یہ دیکھا جائے کہ آیا ان دونوں

مقدموں میں وہی معنی قائم رہتے ہیں یا نہیں

پھو رتین اور زغالٹے کی زمین جنکا بیان یہاں پر ضرور کرنا چاہیے کہ ہر دونوں کے

سبب سے حد وسط میں غلطی پڑ جاتی ہے۔

اول مغالطہ عارضی

جب عام سے ہر خاص کو ثابت کرین تو اس قسم کی غلطی نہیں واقع ہوتی ہے۔

مثلاً اس صورت میں بھی آکے پڑتی ہے جبکہ ایک مقدمہ میں حد وسط کے

ذاتی معنی لئے جائیں اور دوسرے میں عارضی معنی یعنی اتفاقیہ یہاں تک

کہ نتیجہ میں آکر دو ایسی باتیں جو ایک دوسرے کے منافی ہوتی ہیں جمع ہو جاتی ہیں

ایک میں یہی مثال اس قسم کی غلطی کے یہاں پر دیکھائی ہے۔

بازار سے دو چیزیں خریدی جاتی ہیں۔

کچا گوشت ایک چیز ہے، بڑا بستر۔

پس کچا گوشت ایک چیز ہے جو بڑا بستر ہے۔

کبریا میں حد وسط یعنی بازار سے دو چیزیں خریدی جاتی ہیں جو ہے اس کے ذاتی

معنی لئے ہیں اور صغریٰ میں اس کے عارضی معنی لئے ہیں۔ پس جب ایک مقدمہ میں عام

یعنی حد وسط کے اور دوسرے میں معنی اتفاقی یعنی خاص معنی لئے تو درحقیقت

دو حد واسطہ ہو گا۔ جبکہ سبب مستقیم میں مغالطہ پڑتا ہو۔ اس غلطی کی ایک مثال یہ ہو سکتی ہے۔

خوراک قیام حیات کے لئے ضرور ہے

آلہ خوراک ہے

اس سبب سے آلہ قیام حیات کے لئے ضرور ہے

خوراک صغریٰ میں جزئی معنی پر ہے یعنی مخصوص چیز کے ہو گیا اس سبب سے جس طرح اس لفظ خوراک کو جو کبریٰ میں واقع ہونے سے کثیرا، افراد ہے قیام حیات کے واسطے ضروری کہہ سکتے ہیں اس طرح اس کو نہیں کہہ سکتے۔

دوسری مثال

قانون رفاہ قیام خلائیق کے لئے ضرور ہے

قانون ظلم بھی قانون ہے

اس لئے قانون ظلم رفاہ و قیام خلائیق کے لئے ضرور ہے

اس مثال میں دلیل کی غلطی یہ ہے کہ ایک جگہ قانون کا لفظ عام معنی سے رفاہ و قیام خلائیق کے لئے ضروری گردانا گیا ہے اور دوسری جگہ خاص معنی سے کہ وہ ضروری نہیں۔ ایسی غلطی رفع کرنے کے واسطے یہ لحاظ رکھنا چاہیے کہ حد واسطہ کے ایک ہی معنی دونوں مقدموں میں قائم رہیں یعنی اگر کبریٰ میں حد واسطہ کے ذاتی معنی لئے ہوں تو چاہیئے کہ وہی معنی صغریٰ میں قائم رہیں۔

دوسرا مغالطہ تقسیم اور جمع

یہ غلطی اس صورت میں واقع ہوتی ہے جب ایک مقدمہ میں حد واسطہ بمعنی

جمع استعمال کیجاوے اور ایک میں بطور تقسیم۔ پس اگر کبریٰ میں بمعنی جمع استعمال
کیجاوے اور صغریٰ میں بطور تقسیم تو اسکو مغالطہ تقسیم کہتے ہیں اور اگر خدا وسط
کبریٰ میں بطور تقسیم استعمال کیجاوے اور صغریٰ میں بمعنی جمع تو اسکو مغالطہ جمع
کہتے ہیں۔ ایک سہل سی مثال یہاں پر دیکھائی ہے۔

ہندو بت پرست ہیں (بمعنی جمع)
رام چندر ہندو ہے (بمعنی تقسیم)
پس رام چندر بت پرست ہے

یہ مغالطہ تقسیم ہے کیونکہ کبریٰ میں ہندو بمعنی جمع استعمال کئے گئے ہیں یعنی بلحاظ
قومیت بت پرست ہیں مگر صغریٰ میں بطور تقسیم اس وجہ سے یوں نہیں کہہ سکتے
ہیں کہ سب ہندو بت پرست ہیں کیونکہ ممکن ہے کہ رام چندر بت پرست نہ ہو۔

دوسری مثال

زید عمر کے مسلمان ہیں
مسلمانوں نے عذر پر کمر باندھی تھی
پس زید عمر کے عذر پر کمر باندھی تھی

یہ مغالطہ جمع ہے کیونکہ کبریٰ میں خدا وسط مسلمان بطور تقسیم کے آئی ہے یعنی
فرد فرد کے واسطے آئی ہے لیکن صغریٰ میں خدا وسط مسلمان بمعنی جمع مستعمل ہے
واسطے ایک قوم کے جسے عذر مچانے پر کمر باندھی تھی۔ پس جبکہ خدا وسط کبریٰ میں
بطور تقسیم اور صغریٰ میں بمعنی جمع استعمال کیجاوے تو وہاں مغالطہ جمع پڑ جاتا ہے

پس یہ کہنا کہ زیادہ بکرنے غدر پر کمر باندھیں تھی غلط ٹھہرتا ہے شاید اونھون نے کچھ بھی نکیا ہو۔

ایک اور سہل سی مثال دونوں قسم کے مغالطے کی یہ ہے۔

پانچ ایک عدد ہے
تین اور دو پانچ ہوتے ہیں
پس تین اور دو ایک عدد ہے

یہ مغالطہ تقسیم ہے

تین اور دو دو عدد ہیں
پانچ تین اور دو ہوتے ہیں
پس پانچ دو عدد ہیں

یہ مغالطہ جمع ہے

اس قسم کا مغالطہ رفع کرنے کے واسطے اس امر پر لحاظ رکھنا چاہیے کہ اگر جدا و جدا
بمعنی جمع متحمل ہو تو دونوں مقدموں میں بمعنی جمع رہے اور اگر بطور تقسیم ہو تو دونوں
مقدموں میں بطور تقسیم رہے۔

بیان مغالطہ معنوی کا

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ مغالطہ معنوی اس کو کہتے ہیں جہاں ترتیب قیاس میں
غلطی نہ واقع ہو بلکہ اُن قضیوں کے معنوں میں غلطی ہو جس سے وہ قیاس بنا ہو۔

اس قسم کے مغالطوں میں نتیجہ تو مقدمات سے نکلتا ہے اور قیاس کے صورت
میں کوئی غلطی نہیں معلوم ہوتی ہے لیکن قضیہ کے معنوں یعنی مادے میں غلطی پڑ جائے
ہے اور غلطی مادے میں یا یہ کہ مقدمات غلط ہوں یا بیوقوف استعمال کئے گئے گنہگار ہوں تو
پڑنی ہے یا یہ کہ وہ نتیجہ نکالا جاوے جو غیر مطلوب ہو۔ غرض کہ مغالطہ معنوی کی
دو صورتیں ہیں۔

مغالطہ مقدمات میں

مغالطہ نتیجے میں

پہلے۔ بیان اس مغالطے کا جو مقدمات میں پڑتا ہے۔ اسکی کئی صورتیں
ہیں یا تو یہ کہ کوئی مقدمہ اور نتیجہ دونوں ایک ہی ہوں یا مقدمات خود بالکل غلط
ہوں۔

۱۔ مقدمہ اور نتیجہ ایک ہی ہونا

اس قسم کے مغالطے میں یہ بات ہے کہ نتیجہ نکلتا ہے ایسے مقدمات سے جو موقوف
ہوں نتیجے کے ثبوت پر یا ایسے مقدمات سے جو معنی میں نتیجے کے موافق ہو پس
جب نتیجہ ایسے مقدمات سے نکلے جو اوپر موقوف ہیں یا معنی میں ایک ہی ہیں تو
نتیجہ کی ثابت ہوگا بلکہ چاہیے کہ نتیجے کے ثبوت میں ایسے مقدمات آویں جو اس سے

علیٰ ہین۔ اس قسم کے مغالطے میں یہ بات ہے کہ نتیجہ نکلتا ہے ایسے مقدمے سے جو موقوف ہو نتیجہ کے ثبوت پر یا ایسے مقدمے سے جو معنی میں نتیجہ کے موافق ہو۔ فرض کرو کہ کوئی شخص اس قضیہ کو کہ خدا ازلی ہے اس طرح ثابت کرنا چاہئے کہ وہ بغیر ابتدا اور انتہا کے ہے تو ثبوت نتیجے کا اور نتیجہ جو نکلا ہے دونوں فی الواقع ایک ہی ہو جائیں گے۔ یہ دلیل اگر بصورت قیاس لکھی جاوے تو یوں ہوگی۔

جو ذات کہ بے ابتدا اور بے انتہا ہے ازلی ہے

خدا ہے ابتدا اور بے انتہا ہے

پس خدا ازلی ہے

اس مثال میں مقدمات بلاشبہ صحیح ہیں لیکن قیاس نا درست ہے کسواسطے کہ مقدمات نتیجے کے معنوں میں ہیں اور یہ دلیل صحیح نہیں ہے۔ ایک اور مثال اس قسم کی غلطی کی دیکھائی ہے۔ فرض کرو کوئی شخص دلیل لاوے کہ فلا مذہب برحق ہے کیونکہ اس مذہب کی کتابیں خدا کی طرف سے آئی ہیں۔ اس دلیل میں صحت مذہب کے ثبوت میں جو قضیہ آیا ہے اس کے معنی حقیقت میں یہ ہیں کہ مذہب برحق ہے کیونکہ اگر مذہب ہی کتابیں خدا کی طرف سے ہیں تو یہ بات بھی نکلتی ہے کہ مذہب برحق ہے لیکن اس صورت میں دعویٰ اور دلیل دونوں ایک ہی ہیں حالانکہ یہ چاہئے تھا کہ دعویٰ ثابت ہوتا ایسے مقدمات سے جنہیں نہ تو کوئی نتیجہ پر موقوف ہو اور نہ کوئی معنوں میں متحد ہو۔ اگر اس بات پر بخوبی لحاظ رہے کہ آیا یہ مقدمات نتیجہ پر موقوف

ہین یا نتیجے کے معنوں میں ہین تو اس قسم کی غلطی ظاہر ہو جاوے گی۔

۴ دور تسلسل اس مغالطے کو کہتے ہین جہاں مقدمات بیجا استعمال کئے جاتے ہیں
یعنی نتیجہ پر موقوف ہون مگر مغالطہ مذکورہ بالا سے اس میں اتنا فرق ہے کہ اسکے
مقدمات اور نتیجے یہ کچھ ضرور نہیں کہ معنی میں موافق ہوں جیسا کہ اوپر والے مغالطے
میں تھا۔ غرض کہ دور تسلسل اس وقت ہوتا ہے جبکہ مقدمہ اور نتیجہ باہم یکساں ثابت
کیا جاوے یعنی اس طرح کہ نتیجہ کے ثبوت کے واسطے مقدمہ لایا جاوے اور اگر
مقدمہ کا ثبوت طلب کیا جاوے تو نتیجہ لایا جاوے جیسا کہ آج صحیح ہے کیونکہ ب صحیح
ہے اور ب صحیح ہے کیونکہ آج صحیح ہے۔ یا مثلاً کوئی کہے کہ عورتوں کو تعلیم دینا نہ چاہیے
کیونکہ نادرست ہے اور پھر دلیل لاوے کہ وہ نادرست ہے کیونکہ وہ عورتوں کی
تعلیم ہے تو یہ دور تسلسل ہوگی۔ یہ کہنا ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ آج صحیح نہیں ہے
کیونکہ ب صحیح نہیں ہے۔ اور ب صحیح نہیں ہے کیونکہ آج صحیح نہیں ہے اس طرح کی
غلطی میں مقدمات اور نتیجہ دونوں کے واسطے الگ الگ ثبوت طلب کرنا چاہیو۔
جبنا بڑا دور ہوگا یعنی پہلے قضیہ سے پچھلے تک جو اول پر موقوف ہے جتنے بہت
سے قضیے ہوں گے اسی قدر غلطی پکڑنے میں وقت زیادہ ہوگی کیونکہ طول طویل دلیل
میں ممکن ہے کہ غلطی خیال سے اوتر جاوے مثلاً آج صحیح ہے کیونکہ ب صحیح ہے۔ ب
صحیح ہے کیونکہ ج صحیح ہے ج صحیح ہے کیونکہ د صحیح ہے اور د صحیح ہے کیونکہ ج صحیح ہے

یہ بہت بڑا دور ہے اور شاید اس بات کا خیال نہ رہے کہ آخری قضیہ قضیہ اول پر موقوف ہے
بطریق ناجائز پس اس غلطی میں قضیہ آخری کے واسطے کوئی ایسا ثبوت طلب کرنا چاہئے
جو دور کے قضیوں سے بالکل جدا ہو۔

۳ وجہ غیر موجدہ۔ کسی بات یا نتیجہ کی غلط وجہ لانے کو کہتے ہیں۔ اس حال میں
وہ وجہ یا تو غلط ہوگی یا مسلم نہ ہوگی۔ یہ مغالطہ اکثر واقع ہوا کرتا ہے۔ بعض معاملہ ایسا
واقع ہوتا ہے یا کوئی حقیقت ایسی بیان کی جاتی ہے جس کے واسطے ایک ایسا سبب
مقرر کیا جاتا ہے کہ کچھ اوس سے علاقہ نہیں رکھتا ہے۔ جاہل آدمی ہمیشہ جھوٹے
سبب قحط کے اور طرح طرح کی آفتوں کے بتلاتے ہیں۔ مثلاً گمن کو باعث بتلاتے ہیں
طرح طرح کی تاثیر و ن کا جنکا علاقہ گمن سے مطلق نہیں ہے۔ کوئی آدمی بیمار ہو جاوے
یا مر جاوے تو کہتے ہیں فلانا دیوتا یا بھوت اوس سے ناخوش تھا اس سبب سے
ایسا ہوا + ایک بادشاہ کا سرکٹ گیا اور اوس کا بیٹا تخت پر بیٹھا۔ ایک مرتبہ ایسا
اتفاق ہوا کہ اس بیٹے نے اوس شخص کو جس نے اوس کے باپ کا مقابلہ کیا تھا دیکھا
کہ زندہ ہوا گیا ہے تو کہنے لگا کہ وہ اب تم نہیں جانتے کہ تم نے کیسی بڑی خطا میرے
باپ کے ساتھ کی تھی جس کے سبب سے خدا نے تم کو ایسی سزا دی کہ تمہاری
آنکھیں جاتی رہیں۔ اوس اندھے نے جواب دیا کہ نہیں خداوند نعمت جہاں پناہ اگر
اس خطا کے سبب میری آنکھیں جاتی رہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے باپ نے

لولی اس سے بھی بڑی بھاری خطا کی ہوگی جو خدا نے ایسی سزا دی کہ اوسکا سرٹ گیا
 میری تو صرف آنکھیں ہی گئیں۔ بادشاہ اپنی وجہ غیر موجبہ کے جواب کا جواب سنا
 بہت قایل ہوا اور دیکھا کہ جو اعتراض میں اسپر کرتا ہوں وہ خود میرے اوپر عسائیہ
 ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک مثال ”وجہ غیر موجبہ“ کی یہ ہے کہ اکثر لوگ سرکار انگریز پر
 اتنا م رکھتے ہیں کہ باعث بغاوت کا ہندوستان میں انگریزوں کا ظلم تھا یعنی حرارت
 دینی اور ہوس ملک گیری کی۔ بعض موقعہ پر وجہ غیر موجبہ کا جب بصورت سوال
 آئے پڑتا ہے تو غلطی چھپ جاتی ہے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے سوال کیا کہ پانی
 بھرے برتن میں مچھلی ڈالو تو وہ برتن بہ نسبت قبل کے کیوں نہیں بھاری ہوتا ہے
 وہ شخص اسکا سبب دریافت کرنے لگا مگر یہ نہ سوچا کہ یہ سوال ہی غلط ہے
 ”کہ مچھلی ڈالنے سے وہ برتن بھاری ہو جاوے گا۔ اس غلطی کے پکڑنے کا یہ قاعدہ
 ہے کہ معلوم کرنا کہ آیا یہ سبب درست ہے یا نہیں اور جب تک دلیل شافی اس
 بات کی نہ دی جاوے کہ یہی حقیقی سبب ہے اس معاملہ اور تاثیر کا اوسوقت تک اوس
 تعلیم کرنا چاہیے۔ کسی سوال کے دعویٰ کو تسلیم نہ کرنا چاہیے جب تک ثابت نہ ہو۔
 سلاطہ سنوی جو مقدمات میں پڑ جایا کرتے ہیں اکثر یہ تین ہیں یعنی ”مقدمہ نتیجہ پر
 برتوں“ ”دور تسلسل“ ”وجہ غیر موجبہ“۔

دوم بیان اون مغالطوں کا جو نتیجہ میں ہوتا

اس قسم کی غلطی کو اکثر مغالطہ نتیجہ غیر مطلوبہ کا کہتے ہیں۔ جو نتیجہ چاہیے وہ نہیں نکالا جاتا ہے بلکہ کوئی اور ایسا ہوتا ہے جو نتیجہ مطلوبہ کی طرف سے دہیان کو ہٹالیتا ہے۔ غرض کہ "مغالطہ نتیجہ غیر مطلوبہ" کا اوس کو کہتے ہیں کہ اوس دلیل میں وہ نتیجہ سر کیا جاوے جو مطلوب نہ ہو خواہ وہ نتیجہ نام بھی سے نکل آوے یا جان بوجھ کر نکالا جاوے۔ مثلاً فرض کرو کوئی شخص سوال کرے کہ اس آدمی نے فلاں چوری کی اور دوسرا شخص جواب دینے والا دیکھے کہ چوری ثابت نہیں ہوتی تو اوہ ہر ادھر کی باتیں لاکر ثابت کرے کہ اگرچہ نہیں ہے تو بہر حال بد معاش تو ہے تو "مغالطہ نتیجہ غیر مطلوبہ" کا ہو گا کیونکہ اوس کی بد معاشی پر بحث نہ تھی بلکہ بحث اوس کی چوری پر تھی۔ اس مغالطے کی کئی ایک صورتیں ہیں جن کا ذکر آگے چل کر لکھا جائیگا۔ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ دعویٰ کو چالاک کی سے بد لکر کچھ کا کچھ کر دیتے ہیں۔ اور کہیں ذاب مینوال بحث کر کے دالے کے دل میں ایسی باتیں ڈال دیتا ہے کہ غلط نتیجے کو وہ شخص قبول کر لے پس اس قسم کے مغالطوں سے محفوظ رہنے کے واسطے چاہیے کہ جس بات پر بحث ہو اسی پر قائم رہے اور اگر کوئی بات بحث سے جدا یا نتیجہ غیر مطلوب پاوے اوسکو ہٹاتا ہے اور کہے کہ اس مغالطے کی چند صورتیں جو اکثر کرتی ہیں ان میں لگتی ہیں۔

۱۔ مغالطہ تملق آمیزہ ہے جس میں جواب دہینے والا بد معاملی سے بچت کرنے والے کے دل کو یا جس کسی کو قائل کرنا منظور ہو ایسی ترغیب دے کہ اس کے دل میں جوش یا تعصب پیدا ہو جاوے یا اس کے دل کی سی کنسے لگے یا اس کو بڑا دے کہ آپ ایسے ہیں اور ویسے ہیں یا تیا وغیرہ دلاوے۔ اکثر حقیقت کی بات پر غصہ دلاتے ہیں یا ٹھٹھے میں اوڑھاتے ہیں۔ ٹھٹھے سے بھی حقیقت کی بات چھپ جاتی ہے یا اس سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ چند مثالیں سہل سی اس غلطی کی یہاں پر لکھی جاتی ہیں جن سے اس کا حال بخوبی کھلے گا۔

اگر کوئی فقیر جس کو دنیا مناسب نہیں ہے تمہارے دروازے پر آوے اور تم اس سے کہو کہ تو اس لائق نہیں ہے کہ تجھ کو خیرات دیکھاوے تو وہ فقیر اس کے جواب میں یہ کہے کہ ”بابا غریب پروری اور رحم کرنا غریبوں پر فرض ہے۔ خیرات دنیا سب پر فرض ہے“ یہ مثال مغالطہ تملق آمیزہ کی ہے۔ فقیر کی دلیل کا نتیجہ غیر مطلوب ہے کیونکہ غریب پروری اور رحم کرنا خیرات دنیا عموماً فرض ہے۔ اس میں کلام نہ تھا بلکہ اس میں تھا کہ آیا یہ فقیر خیرات کے لائق ہے یا نہیں۔ وہ فقیر سوال کا جواب نہیں دیتا بلکہ تملق آمیزہ دلیلون سے تمہارے دل کو لہٹاتا ہے تاکہ تم رحم کھا کر اس کو خیرات دیدو۔

دوسری مثال۔ بہت لوگ ہندوستان کے جو عورتوں کی تعلیم میں ہذا

کرتے ہیں ثبوتِ کابل اس امر کا نہیں دیتے کہ تعلیم سے عورتوں کو یا ملک کو کیا نقصان ہوتا ہے بلکہ لوگوں کو تعلیم کی طرف سے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ دستور نہیں ہے۔ اپنی لڑکیوں کو اسکول میں بھیجنے سے ہمارے خاندان کی بدنامی ہوگی۔ غرض کہ یہ سب باتیں کہ بحث میں اصل مطلب کو چھوڑ دینا اور تپشِ تعصب پیدا کرنا اور سخی دلانا مغالطہ تعلق آمیز میں داخل ہیں۔ اس مغالطے سے محفوظ رہنے کے واسطے یہ چاہیے کہ اصل مطلوب کو بروقت مباحثے کے ہاتھ سے نہ دے بلکہ اوس پر دھیان رکھے۔

یہ جانتا چاہیے کہ بروقت مباحثے کے ایسا جوش و ترغیب دلانا کہ بحث کرنا والا رستی پر آوے اور صحیح نتیجہ نکالے کچھ غلطی نہیں ہے۔

۲۔ مغالطہ تغیرِ مضمون۔ اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ بحث نتیجہ غیر مطلوب کی ہے یعنی نتیجہ مطلوب نہ نکالا جاوے بلکہ کوئی اور ایسی بات غیر مطلوب کہ اگر قائم کیجاوے تو بظاہر معلوم ہو کہ یہ وہی ہے۔ غرض یہہ فریب یعنی ”تغیرِ مضمون“ جواب دینے والا اکثر اس مقصد کے واسطے کرتا ہے کہ مباحثے میں جب وہ دیکھتا ہے کہ میں اپنی بحث پر قائم نہیں رہ سکتا ہوں تو اوس بحث کو چھوڑ کر اور بات پر جو بالکل مختلف ہو یا بالکل نہو بلکہ کچھ ہو بحث کرنے لگتا ہے مثلاً فرض کرو کوئی شخص ثابت کرنا چاہا ہے کہ شراب کا ایک قطرہ بھی پینا گناہ ہے

لکڑیاں تکرار سے تو چالاکی سے بحث کو بدل کر کہنے لگے کہ شراب کا بہت سا پینا گناہ ہے تو یہ بحث اول سے بالکل مختلف ہوگی۔ یہ منالطہ کئی طرح آکے پڑتا ہے۔ مثلاً بعض جگہ لفظ مشترک استعمال کیا جاتا ہے اور جب ایک معنی قائم نہیں رہ سکتے ہیں تو مقابل والا دوسرے تیسرے معنی استعمال کرنے لگتا ہے۔ مثلاً کوئی ثابت کرنا چاہے کہ فلاں لوگ خدا پر اس طرح ایمان لائے ہیں کہ اس کو بخوبی جانتے ہیں لیکن اسکو ثابت کر سکے تو کہنے لگے کہ وہ خدا کے وجود پر ایمان رکھتے ہیں تو یہ بحث بالکل جدی ہو جاوے گی بعض جگہ ایسا ہوتا ہے کہ قضیہ جزئیہ ثابت کیا جاتا ہے جبکہ کلیہ ثابت کرنا چاہیے مثلاً بعضے لوگ جب یہ نہیں ثابت کر سکتے ہیں کہ عیسائی مذہب اچھا نہیں ہے تو اس بحث کو چوڑ کر کہنے لگتے ہیں کہ بعض شخص اس مذہب کے اچھے نہیں ہیں پس یہ وہ نتیجہ نہیں ہے جو نکالنا چاہیے تھا اور اگر یہ ثابت بھی ہو جاوے کہ بعض شخص اس مذہب کے اچھے نہیں ہیں تو اصل دعوائے سے یہ بات بالکل الگ ہے۔

بعض دفعہ مقابل والا برکت بہاشتہ کے ایک مقدمہ کو چوڑ کر دوسری پر باری باری سے بحث کرنے لگتا۔ جب ایک مقدمہ اتر کر نہیں ہو سکتا ہے تو دوسرے پر اعتراض کرنے لگتا ہے اور جب دوسرے پر بھی اعتراض نہیں ہو سکتا ہے تو پھر پہلے پر آ جاتا ہے۔ غرض کہ کسی بحث کو پورا نہیں کرتا ہے۔ اگر بحث کر نیوالا کم عقل

ہو تو اس کو اس سے بڑھ کر اور کوئی مغالطہ نہیں پڑتا ہے کہ ایک قضیہ کو چھوڑ کر دوسرے پر چلا جاتا ہے ہمیشہ ادھر ادھر گھومتا پھرتا ہے کسی بحث پر بخوبی قایم نہیں رہتا ہے ۔
 مذہبی مباحثوں میں ہم نے اکثر دیکھا ہے کہ مقابل والا ایک مسئلے پر اعتراض کرتا ہے اور پھر دوسرے مسئلے پر بڑے شور و غل کے ساتھ ذرا تہمتا نہیں کہ پورا بولیں یا دے یا آپ رد کرے یا اقرار اپنے قابل ہونے کا کرے ۔ پس اس مغالطے سے محفوظ رہنے کے واسطے یہ خوب طریقہ ہے کہ اگر کوئی لفظ مشترک ہو یا عام ہو تو اول اس کے معنی مقرر کئے جاویں اور اول ہی اول خوب جتا دیا جاوے کہ اسی پر بحث رہے اور پھر اگر مقابلہ والا ایک مقدمے یا قضیے کو چھوڑ کر دوسرے مقدمے یا قضیے پر باری باری سے جانے لگے تو اس سے مطلع کرنا رہے کہ جب تک ایک بات پر بحث پوری نہ ہو جاوے دوسری کو نہ پکڑے ۔

۳۔ مغالطہ اعتراضوں کا ۔ مغالطہ اعتراضوں کا اس کو کہتے ہیں جبکہ اعتراض کسی قضیے پر یا جو کوئی بات جس پر بحث ہو رہی ہو وارد ہووے اور سبب وارد ہونے اعتراض کے اس بات کو غلط قرار دیا جاوے ۔

مغالطہ اعتراضوں کا یہی نتیجہ غیر مطلوب کی قسم سے ہے کیونکہ صرف اس قدر نتیجہ نکالنا کہ فلا نے قضیے پر اعتراض ہو سکتے ہیں نتیجہ مطلوب نہیں ہے بلکہ یہ بتلانا چاہیے کہ فلا نے قضیے پر اعتراض زیادہ یا اس کی اثبات صحت کی دلیلین زیادہ ہیں یعنی یہی

بات ثابت کرنا چاہیے کہ آیا اعتراض دلیلوں سے زیادہ ہیں یا نہیں بہت باتیں ایسی ہیں جنکے ثبوت میں اس قدر دلیلیں ہیں کہ کوئی ادن کے قبول کرنے میں کسی طرح کا مائل نہیں کر سکتا ہے مگر با این ہمہ ادن کے اوپر کچھ اعتراض ہو سکتے ہیں۔ اگر کوئی مقابل والا ادن باتوں پر بڑے شور و غل کے ساتھ اعتراض اٹھا کے ظاہر کرے کہ ان باتوں کو رد کرنا چاہیے پس یہی مغالطہ اعتراضوں کا ہوا۔ مثلث و مثلاً کوئی دوا ہو جس سے بیسیوں مریضوں کو فائدہ ہوا ہو مگر ایک آدھ مرتبہ کسی کو نہ ہوا ہو تو یہ کہنا کہ یہ ناقص دوا ہے غلط ہوگا۔ یا مثلاً بیل کے ثبوت میں بہتری پکی دلیلیں ہیں کہ یہ کتاب خدا کی ہے اور سالہا سال سے آج تک بحیثیت بغیر تحریف چلی آتی ہے مگر تاہم چونکہ بعض جگہ دقت آکے پڑتی ہے اور بظاہر چند اعتراض ہو سکتے ہیں اس سبب سے بعض آدمی کہنے لگتے ہیں کہ اس کو رد کرنا چاہیے۔ یہ مغالطہ اعتراضوں کا ہوا۔ یہاں پر یہ سوال چاہیے تھا کہ بیل کے الہامی ہونے اور بغیر تحریف رہنے کے زیادہ دلیلیں ہیں یا نہیں اگر زیادہ ہیں تو تسلیم کرنا چاہیے۔ ایک اور مثال "مغالطہ اعتراض" کی یہ ہے کہ بعض آدمی جب امور سلطنت میں رفاہِ خلائق کے واسطے کسی طرح کا تغیر عمل میں آوے تو اعتراض کرتے ہیں۔ اگرچہ اس تغیر میں اس ملک کی بہت بہتری ہو تاہم بسبب وہ ایک اعتراض کے بعض لوگ رد کرنے لگتے ہیں۔

جس سہارے میں کہ مغالطہ اعتراض کا واقع ہو تو اس کے جواب میں یہ قاعدہ بتا دیا جائے

کہ قطبی دلیلین ثبوت صحت میں ہیں اس سے زیادہ اعتراض جب تک نہوں اوس وقت تک اوسے رد کرنا نہ چاہیے اور کیا یہی شور و غل کیون نہ سچے اس قاعدے کو ہاتھ سے ندے۔

۴۔ مغالطہ ثبوت جزئی کا۔ یہ مغالطہ مغالطہ اعتراض کے عکس

ہے۔ مغالطہ اعتراض میں جزئی پر اعتراض کر کے کلی کو رد کرتے ہیں اور اس میں جزئی کو ثابت کر کے دعویٰ کرتے کہ کلی ثابت ہے۔ مثلاً فرض کر دو کوئی شخص سوال کرے کہ آیا فلانی کتاب اچھی ہے یا نہیں۔ اور اوسکے جواب میں کہا جاوے کہ چند بیانات اوس کتاب میں اچھے ہیں اس سبب سے وہ کتاب اچھی ہے تو یہ مغالطہ ثبوت جزئی کا ہوگا کیونکہ جزئی کے حال سے کلی کی طرف دلیل پکڑتا ہے۔ سوال اس بات میں تھا کہ وہ کتاب سب طرح سے اچھی ہے یا نہیں۔ پس یہاں پر نتیجہ جزئی نکالنا جس صورت میں کلی چاہتے تھے غیر مطلوب ہے۔ دوسری مثال فرض کر دو کوئی شخص سوال کرے کہ فلانی سرکار اچھی ہے یا نہیں تو اوس کے جواب میں صرف دو تین باتیں اوس عملداری کی اچھی ثابت کرنا کافی نہوگا بلکہ کل باتوں پر غور کر کے نتیجہ نکالنا چاہیے۔ اور اگر کل باتیں اچھی ثابت نہوں بلکہ جزوی باتیں تو یہ نتیجہ یہاں پر غیر مطلوب ہوگا کیونکہ بحث ہماری کل پر تھی نہ جزیرہ۔ غرض کہ مغالطہ ثبوت جزئی سے محفوظ رہنے کے واسطے کلی پر دلیل طلب کرنا چاہیے اور اس

امر سے آگاہ کر دینا چاہیے کہ اگر کل سوال کا جواب نہ ملے گا تو دلیل پوری نہ ہوگی۔
 اور واضح ہو کہ ہر بحث میں اس بات کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ جتنی بات ہو ادتنا ہی
 دعویٰ کرنا چاہیے نہ یہ کہ زیادہ کیونکہ اگر زیادہ دعویٰ کیا جاوے تو کل ثابت نہ ہو سکیگی
 اور دلیل میں اعتراض مغالطہ جزئی کا پیدا ہوگا۔ نتیجہ غیر مطلوب اکثر انھیں چار
 قسموں کے مغالطوں میں یعنی "تملق آئینہ" اور "مغالطہ تغیر مضمون" اور "مغالطہ اعتراض"
 اور "مغالطہ ثبوت جزئی" میں آکر پڑتا ہے۔

اب یہاں پہنچنا۔ قاعدہ عام و اطراد دریافت کرنے صحت دلیلوں کے لکھیں گے اور پھر
 بیان مغالطوں کا بالاجمال لکھ کر تمام کرینگے۔

مغالطہ صوری کو پکڑنا

دلیل کو بصورت قیاس کرنا چاہیے خواہ دلیل زبانی ہو یا تحریری اور تحریری
 خواہ کل کتاب میں یا باب میں یا فصل میں جو صورت قیاس اس طرح لانا چاہیے
 یعنی دیکھو کہ آخری بحث کیا ہے کیونکہ اکثر وہی نتیجہ ہوگا اور پہرہ دریافت کرنا کہ
 کس بنا پر وہ آخری بحث قائم ہے یعنی کن دلیلوں سے وہ نتیجہ نکلا ہے اور وہ بنا
 یعنی دلیلیں مقدمات ہونگے پس اس طرح قیاس بنجاوے گا اور جب قیاس
 بنجاوے تو اس کی صحت اور قاعدوں سے جو واسطے دریافت کرنے صحت

قیاسوں کے مقدر رہن دریافت کرنا چاہیے۔

اول۔ یہ دیکھو کہ وہ قیاس حملیہ یا شرطیہ ہے۔ اگر شرطیہ ہے تو اوٹھیں
قاعدوں سے جو واسطے شرطیہ کے مقرر ہیں صحت اور سکی معلوم کرو۔

دوم اگر قیاس حملیہ ہو تو یہ دیکھو کہ اوس میں کتنے جز ہیں۔

سینوم اگر صرف تین جز ہوں تو یہ دیکھو کہ حد واسطہ کلی ہے یا نہیں اور معنی مفرد
استعمال کی گئی یا نہیں۔

چہارم یہ دیکھو کہ دونوں مقدمات سائبہ ہیں یا موجبہ اور اگر سائبہ ہیں تو حتماً
یا لفظاً اور اگر ایک مقدمہ سائبہ ہو تو دیکھو کہ نتیجہ بھی سائبہ ہے یا نہیں۔ اگر دونوں مقدمات
موجبہ ہوں تو یہ دیکھو کہ نتیجہ بھی موجبہ ہے یا نہیں۔

پنجم یہ معلوم کرو کہ جو جز نتیجہ میں کلی ہیں مقدمات میں بھی کلی ہیں یا نہیں۔

ششم اگر قیاس بصورت شکل اول ہو تو یہ دریافت کرو کہ بموجب قول
”ارسطاطالیس“ کے ہے یا نہیں۔

مغالطہ معنوی کو پکڑنا

اگر وہ قیاس ان سب نقصوں سے خالی ہو یعنی اور سکی صورت میں غلطی نہ ہو تو یہ
دریافت کریں کہ مقدمات صحیح ہیں اور نتیجہ وہی ہے جو مطلوب تھا۔ اور دریافت
اس طرح کرو کہ ہر ایک مقدمہ کو جدا جدا کر کے ذیل کے قواعد پر لحاظ رکھو

پہلے۔ یہ دیکھو نہ یہ مقدمہ یہی ہے یا نہیں۔

دوسرے اگر یہی نہ ہو بلکہ محتاج ثبوت کا ہو تو یہ دیکھو کہ وہ بنا یعنی دلیل جس پر وہ قائم ہے صحیح ہے یا نہیں۔

تیسرے۔ یہ دیکھو کہ مقدمات درحقیقت وہی ہیں جو نتیجہ سے یا نتیجہ پر موقوف ہیں۔

اگر مقدمات صحیح اور اعتراض سے خالی ہوں تو نتیجہ کی طرف متوجہ ہو۔

پہلے۔ یہ دیکھو کہ نتیجہ مطلوبہ ہے یعنی وہی ہے جو اس دلیل میں چاہیے تھا۔
دوسرے۔ یہ کہ نتیجہ وہی ہے جو بحث کرنے والے نے ثابت کرنا چاہا تھا یا بحث بدل گئی ہے۔

تیسرے۔ یہ دیکھو کہ نتیجہ جتنا ثابت کرنا چاہیے تھا اتنا ہے یا جزا و سکا۔
پس ان سب باتوں مذکورہ بالا پر لحاظ رکھنے سے اگر کسی طرح کی غلطی دلیل میں ہو بخوبی معلوم ہو جائیگی۔ مغالطہ کی ہر صورت پر جو ذیل کے بیان محفل میں لکھی ہے تا وقتیکہ اس کی کیفیت بخوبی معلوم نہ ہو جاوے اور ہر صورت کی مثال اپنی طرف سے نہ بنا سکے خوب دھیان دینا اور غور کرنا چاہیے۔

مغالطوں کا مجمل بیان

- ۱۔ مغالطہ صوری
- ۱۔ جدا وسط جزئی
 - ۲۔ کلیت نا جائز
 - ۳۔ مقدمات سائبے
 - ۴۔ نتیجہ موجب مقدمات
 - ۵۔ ایک قیاس میں تین
 - جزوں سے زیادہ کا ہونا
- ۶۔ مغالطہ منطوق
- ۱۔ مغالطہ تعلق آمیز
 - ۲۔ مغالطہ تغیر مضبوط
 - ۳۔ مغالطہ اعتراض کا
 - ۴۔ مغالطہ ثبوت جزئی

اول۔ مغالطہ مقدمات میں

- مقدمہ اور نتیجہ ایک ہی ہونا
- دور تسلسل
- وجہ غیر موجب

دوم۔ مغالطہ نتیجہ میں

- نتیجہ غیر مطلوب

فصل ۲

بیان چند طریقوں استعمال منطق کا

منطق کے استعمال کے واسطے چند طریقے ہیں جنکے جدا جدا نام مقرر ہیں۔

ابہما را ارادہ ہے کہ اوں طریقوں کو لکھیں اور اونکے استعمال کا طور بتلا دیں۔
 یہ معلوم ہو گا کہ عقل اگرچہ حقیقتاً ہمیشہ ایسی طور پر دوڑتی ہے مگر پھر بھی ہر وقت مباحثے
 کے جبکہ کسی بات کی حقیقت دریافت کیجاوے یا کوئی غلطی رفع کیجاوے تو
 دلیل لانے کے طریقہ میں کچھ نہ کچھ تغیر ہو جاتا ہے۔

بیان استقرا کا

۱۔ استقرا۔ اوسکو کہتے ہیں کہ جزیت سے کلیت کو معلوم کرنا یعنی چند باتوں
 سے اوس قسم کی کل باتوں کے لئے کوئی قاعدہ عام نکالنا۔ جب چند مرتبہ ہم نے
 دیکھا کہ جب ایک امر ہوتا ہے اوس کے ساتھ فلاںی بات بھی ہوتی ہے پس
 اوس سے ہم نتیجہ نکال لیتے ہیں کہ اس قسم کی جتنی باتیں ہیں سب ہمیشہ اسی طرح
 پرموتی ہیں۔ اور ایک عام قاعدہ اوں سب باتوں کے واسطے نکل آتا ہے۔
 مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ سیسالاو باچاندی وغیرہ جب خوب گرم کئے جاوین تو پھل
 جاوین گئے۔ پس قاعدہ عام یہ نکلا کہ دہاقین پھل جاتی ہیں + دوسری مثال
 یہ دیکھا کہ گاڑ بنیس بکریان اور اورسینگ والی جانور جگالی کرتے ہیں۔ پس قاعدہ نکلا کہ سینگ
 جانور جگالی کرتے ہیں تیسری مثال سیکڑوں مرتبہ آزمائی ہوئی معلوم ہوا کہ خالص پانی جب
 اوس کے عناصر کیمیائی ترکیب سے جدا جدا کئے جاوین تو دو گاسین ہو جاتی

ہیں۔ اس حساب سے آٹھ حصہ آکسجن اور ایک حصہ ہائیڈروجن۔ پس نتیجہ نکلا کہ جتنا
پانی ہے دو عنصر سے یعنی آکسجن اور ہائیڈروجن سے اس طرح کہ آٹھ حصہ آکسجن اور
ایک حصہ ہائیڈروجن مرکب ہے۔

۲۔ اب جانتا چاہیے کہ بنیاد استقراری اس یقین پر ہے کہ قدرتی قانون ایک
رہتے ہیں بدلتے نہیں اور یہ یقین بھی شاید استقراسے حاصل ہوا کیونکہ ترکیب سے
ہم دیکھتے ہیں کہ آفتاب برابر طلوع ہوتا اور غروب ہوتا ہے اور رات اور دن پوری
ہوتے رہتے ہیں ایک ہی ترتیب پر۔ موسم آتے ہیں۔ بیجوں میں کٹا پھوٹتا ہے اور
درخت بڑھتے ہیں اور پھلتے پھولتے ہیں ایک ہی ترتیب پر۔ پس دیکھتے دیکھتے ہمارے
دل پر یہ یقین جم گیا ہے کہ قوانین قدرتی بدلتے نہیں ایک ہی رہتے ہیں۔ جب
کئی ایک مرتبہ ہم دیکھتے ہیں کہ فلاں واقعہ کے ساتھ فلاں بات ہوتی ہے تو نتیجہ
نکالتے ہیں کہ چونکہ قدرت کے قانون ہمیشہ ایک ہی رہتے ہیں اس سبب سے
فلاں واقعہ کے ساتھ فلاں بات ہمیشہ ہوتی رہے گی۔

۳۔ جتنی مرتبہ اور جس قدر غور کے ساتھ کوئی بات دیکھی جاوے اسی قدر
اوسکا استقرار کامل ہوگا۔ یہ نہیں ہے کہ ایک بات کو ایک امر کے ساتھ دو ایک مرتبہ
ہوتے ہوئے دیکھ کر ایک عام قاعدہ نکالنا کہ جب فلاں امر ہوگا تو اوسکے ساتھ فلاں
بات ضرور ہوگی۔ غلطی اکثر واقع ہوتی ہے کیونکہ بار بار دیکھنے میں آتا ہے کہ جب کوئی

بات کسی امر کے ساتھ دو ایک مرتبہ ہوتی ہو تو لوگ کہنے لگتے ہیں کہ ادس بات اور
 ادس امر میں علاقہ ضرور ہے۔ مثلاً ہندو لوگ اکثر کہتے ہیں کہ گھن پڑتے وقت لڑکے
 کا پیدا ہونا منحوس ہوتا ہے کیونکہ بعض مرتبہ آزما دیکھا ہے کہ جب ایسے وقت میں لڑکا
 پیدا ہوتا ہے منحوس ہوتا ہے۔ اگرچہ اس بات کی کچھ اہلیت نہیں کیونکہ ہزاروں
 مرتبہ لڑکے کا پیدا ہونا ایسے وقت میں مسودہ ہوا۔ اگر عمر بہرین دو تین مرتبہ کسی
 شخص کو ایسا اتفاق ہوا ہو کہ سفر کرتے وقت کوئی جانور ادس کے سامنے سر ہاتھ
 کاٹ کر نکل گیا اور اس سفر میں کچھ خلل پڑ گیا تو ادس یہ نتیجہ نکالنا چاہیے کہ مسافرت
 میں جانور کا راستہ کاٹ کر نکل جانا شگون بد ہے بلکہ برخلاف اس کے استقراسے
 کامل سے ہم کو یہ بات ثابت ہو جائیگی کہ جانور کے نکلنے سے کچھ نہیں ہوتا کیونکہ
 سیکڑوں مرتبہ جانور راستہ کاٹ کر نکل گئے اور سفر یہ خیریت تمام ہوا۔

حب قدر باتیں ہماری نظر سے گزریں گی اور سیدہ استقرادونکا بڑھتا جاویگا۔

استقراسے کامل کی جس میں کچھ بھی کسی طرح کا شبہ ممکن نہ ہو گا کہ ایک قسم کی
 کل باتیں ہماری نظر سے گزر جائیں۔ لیکن یہ امر اکثر غیر ممکن ہے اور حقیقت میں کچھ
 ضرور بھی نہیں ہے جبکہ طبیعت کے چند ہی مرتبہ دیکھنے سے قرار واقعی اطمینان ہو
 کہ ان یہ عام قاعدہ نکلتا ہے۔ مثلاً یہ ضرور نہیں ہے کہ تمام دنیا کے پانی کو جدا
 کر کے دیکھیں تاکہ یقین ہو جاوے کہ پانی دو گاسون یعنی ہواؤں سے مرکب ہے

کیونکہ چند مرتبہ آزمانے سے دل کو قرار واقعی اطمینان اس امر کا ہو گیا ہے کہ پانی دو گاسون سے مرکب ہے۔ غرض استقراسے کامل جب ہو گا کہ ایک بات اتنی مرتبہ آزمائی جاوے کہ دل کو یقین کامل ہو جاوے اور جو نتیجہ نکالا جائے جائز ہو یقین جو استقراسے حاصل ہوتا ہے یکسان نہیں ہے یعنی دلیل استقراسے کی جس قدر کامل ہوگی اسی قدر یقین کامل ہوگا۔ اگر کسی امر کو صرف چند ہی مرتبہ آزما کر دیکھا تو اس کے یقین میں شاید کسی قدر شک ہوگا اور جس بات کو بار بار آزما کر دیکھا اس کا یقین خوب پختہ ہوگا۔

۴۔ قریب تمام علموں کے استقراسے حاصل ہوئے ہیں، بار بار دیکھتے دیکھتے اور آزما تے آزما تے عام قاعدے نکلے ہیں اور ان قواعد و اصولوں کو جمع کرنے سے علم بن گئے ہیں علم ہیئت۔ علم ترکیب زمین۔ علم کیمیا علم طب وغیرہ اسی طرح نکلے ہیں۔ سیکڑوں برس کی آزمائش اور تحقیقات سے بعض علم اس کا ملیت تک پہنچے ہیں۔ استقراسے اور بھی ان علموں کو پختگی ہو جاوے گی کیونکہ تحقیقات جدیدہ ہوتی جاتی ہے اور نئی باتیں نکلتی ہیں۔

۵۔ دلیل استقراسے کی طرح کیونکہ نہو بصورت قیاس ہو سکتی ہے۔ اکثر تو دلیل استقراسے بصورت قیاس مخفف ہوتی ہے جس کا کثرتی مقدار ہوتا ہے۔ جب ایک قسم کی چند چیزوں کے ایک سے حالات بار بار ہماری نظر سے گزرتے ہیں

تو ہم نتیجہ نکال لیتے ہیں کہ جو حال اور چند چیزوں پر صادق آتا ہے وہی اس قسم کی کل چیزوں پر صادق آویگا۔ مثلاً۔

گاے بیٹر بڑی ہرن سنگ دار جانور ہیں
پس یہ جنگلی کرنے والے ہیں

یہی استقرار ہوا۔ اگر یہ ترتیب قیاس لکھا جاوے تو یوں ہوگا۔

جو دے گاے بیٹر بڑی ہرن وغیرہ پر صادق آتی ہو غالباً سب سنگ دار جانور وغیرہ پر صادق آویگی۔
جنگلی کرنے والے۔ بیٹر بڑی ہرن وغیرہ پر صادق آتا ہے
پس جنگلی کرنا۔ سب سنگ دار جانور دن پر صادق آتا ہے

استقرا میں اول صرف یہ معلوم کر لیتے ہیں کہ فلانی عام بات ایک قسم کی چند چیزوں میں پائی جاتی ہے اور پھر یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس قسم کی کل چیزوں میں یہ بات پائی جاتی ہے۔ اور پر کی مثال دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی دلیلوں استقرا میں کبھی مقدار ہوتا ہے اور وہ کبھی مقدار کوئی ایسا قضیہ ہوتا ہے جیسا

کہ جو بات فلانی قسم کی چند چیزوں پر صادق آتی ہے وہی اس قسم کی کل پر صادق آوے گی۔

دلیلوں استقرا کو بھی جدا جدا کر کے بصورت قیاس رکھ سکتے ہیں مثلاً سیسہ پگھل جاتا ہے پس بعض دہات پگھل جاتی ہے چاندی پگھل جاتی ہے پس بعض دہات پگھل جاتی ہے لہذا ہم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ صغرا سیسہ دہات ہے چاندی دہات ہے "مقدر ہے۔"

اگر یہ استقر البصورت قیاس لکھا جاوے تو یوں ہوگا۔

استقرار اول بصورت قیاس
 سیدہ بگیل جاتی ہے
 سیدہ دات ہے
 پس بعض دات بگیل جاتی ہے

استقرار دوسرا بصورت قیاس
 چاندی بگیل جاتی ہے
 چاندی دات ہے
 پس بعض دات بگیل جاتی ہے

ان سب قیاسوں استقرائی کو ملا کر ایک کر دیتے ہیں اور پھر ایک عام قاعدہ
 اون سے نتیجہ نکلتا ہے۔ مثلاً۔

سیدہ چاندی سونا لود وغیرہ دات ہیں
 داتین بگیل جاتی ہیں
 پس داتین بگیل جاتی ہیں

بیان استخراج کا

استخراج ٹھیک استقر کے برعکس ہے۔ استقر این جزیت سے کلیت ثابت
 کی جاتی ہے اور استخراج میں کلیت سے جزیت ثابت کی جاتی ہے۔ استقر اسے
 ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ فلانی چیزین زہر دار ہیں۔ پس اس عام قاعدہ سے
 جو ہم کو معلوم ہوا ہے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اگر ان زہر دار چیزوں میں سے کوئی
 ہی کسی شخص نے کمالی ہے تو ادھر زہر نے اثر کیا ہوگا۔ اسکو استخراج کہتے

ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی نیا جانور سینک دار کہیں ملے تو ہم نتیجہ نکال لیں گے کہ یہ جگالی کرنے والا ہے کیونکہ یہ عام قاعدہ دلیل استقرا سے معلوم ہو چکا ہے کہ سینک دار جانور جگالی کرتے ہیں۔ غرض استخراج کلی سے جزئی پر دلیل لانا کہتے ہیں اور استقرا جزیت سے کلی پر دلیل لانے کو کہتے ہیں۔

بیان تمثیل کا

تمثیل میں استقرا اور استخراج کچھ کچھ دونوں پاسے جاتے ہیں۔ اس کو مکمل استقرا سمجھو۔ استقرا میں جزیت سے کلیت پر دلیل لاتے ہیں۔ تمثیل میں ایک جزئی سے دوسری جزئی پر یعنی ایک چیز سے دوسری چیز پر حوالہ دیا جاتا ہے مثلاً کوئی نتیجہ نکالے کہ فلاںے باغی کا انجام بُرا ہوگا کیونکہ تانا را و باغی کا انجام بُرا ہوا۔ شاید یہاں پر استقرا اور استخراج دونوں پاسے جاتے ہیں کیونکہ تمثیل تانا را سے استقرا کے طور پر بھی بات نکلتی ہے کہ کل باغیوں کا انجام بُرا ہوتا ہے۔ پس چونکہ یہ آدمی باغی ہے اس سبب سے اس عام قاعدہ سے استخراج کے طور پر یہ بات نکلتی ہے کہ اسکا بھی انجام بُرا ہوگا۔ پطرس رسول نے جو گنہگار فرشتوں کی حالت کا (۲ پط ۲ و ۴-۹) اور قبل طوفان نوح جو لوگ دنیا میں آباد تھے اون کا اور سدوم و غمورا کے لوگوں کا حوالہ دیا ہے تاکہ ثابت ہو جاوے کہ شر پر پادشاہت

نہرا پاؤں گے۔ وہ دلیل تمثیل ہے۔ یہ طریقہ دلیل لائیک کا بہت صاف اور صحیح ہے
کچھ حاجت اور مثال لانے کی یہاں پر نہیں ہے۔

بیان قرینہ کا

۱۔ عام محاورے کے مطابق قرینے کے معنی مشابہت کے ہیں اور مشابہت
اس میں خاص دو طرح ہے یا صورتی ہے یا معنوی۔ مثال اول **قرینہ**
صورتی جیسے زمین اور چاند دونوں کا گول ہونا اور دونوں کا اپنے
محور پر گھومنا، مثال دوم **قرینہ معنوی** کی جیسے باز و مچھلی کا اور پرند کا
کہ دونوں واسطے ایک ہی مطلب کے بنے ہیں یعنی واسطے اوڑنے اور دھرنے
کے اور جیسے ملک کا صدر مقام دار السلطنت ہے اسی طرح جسم کا صدر مقام دل
ہے، دیکھو یہاں پر جو نسبت ملک کو اپنی دار السلطنت سے ہے وہی جسم کو اپنے
دل سے ہے۔ پس یہ بھی مثال مشابہت کی ہوئی۔

قرینے کی رو سے دلیل لانے میں اس طرح نتیجہ نکالتے ہیں کہ جب ایک چیز
دوسری چیز سے چند باتوں میں مشابہت رکھتی ہے تو اور باتوں میں بھی مشابہ
ہوگی۔ اور بیشک جس قدر مشابہت ہوگی اور سبقتہ دلیل بچتہ ہوگی۔ ایک دلیل
قرینہ کی مندرجہ مثال ذیل ہے۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ یہ زمین جس پر ہم رہتے ہیں

شیار دن غطار و شتری زحل وغیرہ سے بہت باتون میں مشابہت رکھتی ہے۔ سب زمین کی مثل ذی جرم معلوم ہوتے ہیں۔ سب آفتاب کے آس پاس گردش کرتی ہیں اور اس سے روشنی حاصل کرتے ہیں جیسے زمین کا حال ہے۔ اور جیسے زمین کے اپنے محور پر گھومنے سے دن اور رات ہوتے رہتے ہیں اسی طرح اونہیں بھی دن اور رات ہوتے رہتے ہیں۔ پس جب ہم نے دیکھا کہ یہ شیار سے بہت باتون میں زمین سے مشابہت رکھتے ہیں تو قرینے سے ہم نتیجہ نکالتے ہیں کہ جیسے زمین آباد ہے۔ ویسے وہ بھی آباد ہونگے +

۲۔ دلیل قرینہ دلیل استقرا اور تمثیل دونوں سے مشابہت رکھتی ہے مگر استقرا سے مختلف اس بات میں ہے کہ استقرا میں جزیت سے کلیت پر دلیل لائی جاتی ہے لیکن قرینہ میں ایک بات سے دوسری بات ثابت کی جاتی ہے + استقرا میں کئی چیزوں کو ایک دوسرے کے مشابہہ دیکھ کر نتیجہ نکالا جاتا ہے اور اس میں ایک چیز سے دوسری چیز کو چند باتوں میں مشابہت دیکر قرینے سے یہ نکال لیا جاتا ہے کہ اور باتوں میں بھی مشابہہ ہونگے + قرینہ تمثیل سے اس بات میں مختلف ہے کہ تمثیل میں ایک چیز کو دوسری چیز سے مشابہہ دیکر ہم دلیل لاتے ہیں۔ لیکن قرینے میں ایک چیز کو دوسری چیز سے کچھ باتوں میں مشابہہ دیکر قرینے سے معلوم کر لیتے ہیں کہ باقی اور باتوں میں بھی مشابہت رکھتی ہے + اس قسم کی دلیل کی ایک اور مثال یہ ہے۔

اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ بیل میں ایسے مثیل ہیں جو سمجھ میں نہیں آتے ہیں تو
 اوس کے جواب میں ہم یہ بات کہیں کہ خلقت اور الہامی کتابیں دونوں اوس لا انتہا
 خدا سے ہیں۔ تو اس بات میں خلقت اور الہامی کتاب دونوں ایک ہوئے + اب چونکہ
 خلقت میں بہتری باتیں ایسی ہیں کہ سمجھ میں نہیں آتی ہیں اسی سبب
 سے غالب ہے کہ الہامی کتاب میں بھی بہتری باتیں ایسی ہوں جو سمجھ
 میں نہ آدیں اور جیسا زمانہ بہ زمانہ غور کرنے سے بھید خلقت کے کہلاتے
 جاتے ہیں اسی طرح بیل کا حال ہوگا۔ اور حقیقت میں ہم دیکھتے ہیں کہ زمانہ
 بہ زمانہ غور کرنے سے وہ باتیں کلام الہی کی جو بظاہر مشکل معلوم ہوتی تھیں روشن
 ہوتی جاتی ہیں۔

۳۔ دلیل قرینہ بھی بصورت قیاس ہو سکتی ہے جیسا کہ اور سب دلیلوں کا حال
 ہے۔ مثلاً فرض کرو کسی ایسے جانور کی کہ انکر جس کو ہم نے کہی نہ کیا ہو کہیں پرٹے
 اور ہم دیکھیں کہ اوس کہانکر کے تیز دانت ہیں اور تیز پنجے جو قرینے سے دریافت
 کر لیں گے کہ یہ جانور شکاری تھا + اگر یہ دلیل قرینہ بصورت قیاس لگی جاوے
 تو یوں ہوگی۔

جن جانوروں کے تیز دانت اور تیز پنجے ہوتے ہیں وہ شکاری ہوتے ہیں
 اس جانور کے تیز دانت اور تیز پنجے تھے
 پس یہ جانور شکاری تھا

اسی طرح ایک شاخ پیل کی جو ابھی ہو چکی ہے اہورت قیاس ہو سکتی ہے۔

ذات سے دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا انتہا حلق سے بعض باتیں ایسی ہوں جو اس

کا جسم میں نہیں آتی ہوں۔

اس میں ہی اس کا انتہا حلق سے ہے۔

یہ کلام بھی میں جس باتیں ایسی ہوں جو انسان کی محبت میں آتی ہوں۔

لیکن قرینہ بڑی ہوشیار سی سے لانا چاہئے کیونکہ بغیر دیکھی بات میں اکثر گنجائش

اعتدال میں ہوتی ہے اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو بعض باتوں میں باہر سے لگے

مشابہت رکھتی ہیں مگر اتنی باتوں میں نہیں کہ ہم نتیجہ نکالیں۔ مثلاً اگرچہ زمین

سیاروں حطار و مشتری زحل وغیرہ سے بہت باتوں میں مشابہت رکھتی ہے

تاہم یقیناً کامل ہم نتیجہ نہیں نکال سکتے ہیں کہ وہ زمین کے مثل آباد ہیں کیونکہ

شاید حالت گرمی و سردی اور پانی اور جو چیزیں زندگی کے لئے چاہئیں زمین کی

مثل ان سیاروں میں نہ ہوں تو وہ ان پرورش جان کی غیر ممکن ہے۔

بعض یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ حیوانات اور نباتات کے درمیان میں بڑھنے اور

گھٹنے اور مرنے میں مشابہت ہے حیوانات مع انسان اور نباتات دونوں ایک ہی

طور پر نیست ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ نتیجہ نکالنا غیر جائز ہے کیونکہ حیوانات ذی

حس و حرکت جسم میں اور اس بات میں حیوانات نباتات سے مشابہت نہیں رکھتی

ہیں۔ ان دو وجود میں بڑا فرق ہے ذرا سی مشابہت دیکھ کر نتیجہ نکالنا کہ وہ مرنے

بھی اسی طرح ہونگے کسی طرح جائز نہیں ہے۔ پس بڑی ہوشیاری سے قرینے کا استعمال کرنا چاہیے۔ دلیل قیصر اور دلیلوں کے استحکام کے واسطے لاتے ہیں۔ ایسا کم ہوتا ہے کہ وہ بجائے خود دلیل ہو۔

استدلال لمئی استدلال الی

آدنی سے اعلیٰ کو ثابت کرنا

یہ تینوں دلیل کی صورتوں کے نام ہیں۔ ان صورتوں کا اور ان کے طریقے استعمال کا بیان ہم بیان پر لکھتے ہیں۔

۱۔ استدلال لمئی۔ یعنی علت سے معلول ثابت کرنا۔ اس کو کہتے ہیں کہ

سببوں معلومہ سے مسبب دریافت کئے جاوین اور قواعد یا قوانین مقررہ سے نتیجے نکالے جاوین۔ غرض کہ وجود علت سے وجود معلول کا نتیجہ نکالنے کو

علت سے معلول ثابت کرنا کہتے ہیں۔ مثلاً جس وقت آفتاب طلوع ہوگا ہم

جانتے ہیں کہ دن ضرور ہوگا لیونکہ آفتاب چشمہ روشنی کا ہے۔ طلوع ہونا آفتاب

کا علت ہے جس سے وجود معلول کا یعنی دن کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یا اگر چاند

آفتاب اور زمین کے درمیان آجائے تو ضرور گھٹن پڑیگا۔ پس دیکھو بیان پر

حایل ہونا چاند کا علت ہے جس سے وجود معلول کا یعنی گمن کا پڑنا ہوتا ہے یا اگر ہم سنیں کہ کسی شخص کو اول کثتے نے کاٹ کما یا ہے تو ہم جان لیں کہ وہ شخص کثتے کی بیماری سے مر جاویگا۔ اسی طرح جب ہم نے جانا کہ خدا رحیم اور کریم قدوس و حکیم حقیقی ہے تو ہم نتیجہ نکالتے ہیں کہ خدا تعالیٰ انسان پر رحمت کی نظر رکھتا ہے اور بانی گناہ کا نہیں ہے۔

علم ریاضی میں اس قسم کی دلیل کی بہت مثالیں پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ علم ریاضی میں چند قواعد مقررہ یا اصول موضوعہ سے نتائج ثابت کئے جاتے ہیں یا یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ فلان دعویٰ غلط ہے۔ مثلاً ایک قاعدہ یہ ہے کہ خطوط متوازی کبھی نہیں ملتے ہیں پر جہاں کسی دعویٰ میں ایسا سبب آکے پڑے تو ہم ثابت کریں گے کہ یہ خطوط کبھی نہ ملیں گے کیونکہ متوازیہ ہیں یا یہ ثابت کریں گے کہ یہ خطوط ملجا دیں گے کیونکہ متوازیہ نہیں غرض اسی طرح بہت اور نتائج ثابت کر لیتے ہیں اور سب علموں سے اسی طریق پر بحث کی جاتی ہے۔

۲۔ استدلال اتنی یعنی معلول سے علت ثابت کرنا

یہ اول کے برعکس ہے۔ اس میں معلول سے علت ثابت کی جاتی ہے۔ مثلاً جب چاند گمن پڑتا ہے تو چاند کا عکس زمین پر گول پڑتا ہے۔ پس اس سے معلوم

ہوتا ہے کہ زمین گول ہے۔ عکس گول پڑنا معلول ہے جس سے علت یعنی زمین کا گول ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اس قسم کی دلیل کی بہتری مثالین ادس موقع پر آتی ہیں جہاں کہ وجود معلول سے وجود علت کا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ خون کے مقدمہ میں اکثر اس امر کی تحقیقات کہ کس چیز سے مارا گیا اور کس کس طرح ہوا اس طریق سے قائل معلوم ہو جاتا ہے۔

اس دلیل کی رو سے ہم اپنا وجود اور خلقت کا وجود اور طرح طرح کی حکمتیں وغیرہ دیکھ کر خدا کا وجود اور اس کی ذات صفات ثابت کرتے ہیں ایسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ بیل کی تعلیم نہایت عمدہ ہے اور ایسی باتیں ادس میں پائی جاتی ہیں کہ انسان کی طاقت و لیاقت سے باہر ہیں۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیل الہامی کتاب ہے۔ غلیٰ ہذا القیاس اگر کسی کتاب کی تعلیم بُری ہو اور اس کی نسبت کوئی دعوے کرے کہ یہ کتاب آسمانی ہے تو ہمیں ثابت ہو جاوے گا کہ یہ صرف آدمی کی بنائی ہے۔

اس قسم کی دلیل کو ثبری و ثبیاری اور خبرداری سے استعمال کرنا چاہیے۔ جب تک علت اور معلول کے درمیان کوئی علقہ قرار واقعی نہ پایا جاوے اس وقت تک کچھ نتیجہ نکالنا نہیں چاہیے ورنہ صورت مغالطہ وجہ غیر موجبہ کی پیدا ہو جائے گی۔ جو باتیں مغالطہ وجہ غیر موجبہ سے محفوظ رہنے کے واسطے اوپر

بیان ہو چکی ہیں اور ان کا لحاظ یہاں پر بھی رکھنا چاہیے۔

۳۔ اولیٰ سے اعلیٰ کو ثابت کرنا۔ اس دلیل میں کسی امر یا دعویٰ

مسلم سے اسی قسم کے کسی اور امر یا دعویٰ کو ثابت کرتے ہیں اور جو امر یا دعویٰ

کو ثابت کیا جاتا ہے اس کو تسلیم کرنے کے واسطے اس سے بھی بڑھ کر ثبوت

ہوتے ہیں جتنا کہ اس امر یا دعویٰ مسلم کے ثبوت کے لئے ہوتے ہیں۔ یہ دلیل

اس صورت کی ہوتی ہے۔

۱۔ برابر ہے ب کے یا اس سے بڑا ہے

ج۔ ۱۔ سے بڑا ہے

پس ج۔ ب۔ سے بڑا ہے

سچ اپنے شاگردوں اور لوگوں کے ساتھ بارہا اس قسم کی دلیل لایا۔

مثلاً (دیکھو متی ۶-۲۸-۳۰) اور پوشاک کی کیون فکر کرتے ہو جنگلی سوسنوں کی دیکھو

کیسے بڑھتے ہیں وہ نہ محنت کرتے نہ کاتتے ہیں پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ سلیمان بھی اپنی

ساری شان و شوکت میں اور میں سے ایک کی مانند پہنے نہ تھا۔ پس جب خدا

میدان کی گھاس کو جو آج ہے اور کل تنور میں جھونکی جاتی یوں پہناتا ہے تو کیا تمکو

اے سست اعتقاد زیادہ نہ پہنا دیگا۔

اگر یہ دلیل بصورت قیاس قائم کیا دے تو یوں ہوگی۔ (صفحہ ۳، دیکھو)

خدا نے جنگلی سوسن اور گھاس کو پوشاک دی

تم ان سے بہت برے ہو

پس یقیناً یاد ہے کہ وہ تم کو پوشاک بخشے گا

دوسرے ہی مثال بتی ۱۲-۱۰-۱۲ اور دیکھو وہ ان ایک شخص تھا جس کا ہاتھ سوکھ

گیا تھا تب اونہوں نے اس ارادہ سے کہ اوس پر نالش کریں اوس سے پوچھا کہ کیا سبت

کے دن چنگا کرنا روا ہے۔ اوس نے اونھیں کہا کہ تم میں سے ایسا کون ہے کہ جس کے

پاس ایک جھیر ہو اگر وہ سبت کے دن گڑھے میں گرے وہ اوسے پکڑ کے نہ نکالے

پس آدمی بہتر سے کتنا بہتر ہے۔ اسلئے سبت کے دن نیکی کرنا روا ہے۔

غرض اسی قسم کی دلیل کو ادنیٰ سے اعلیٰ کو ثابت کرنا کہتے ہیں جس میں

قضیہ مثلاً ایسا صاف نہیں ہوتا جیسا کہ اوس قضیہ کی جو مسئلہ سے ثابت ہوتا ہے

تسلیم کرنے کی دلیلیں نچتے ہوتی ہیں۔

بیان مجمل

دلیل کئی طرح ہے۔

۱۔ استقرانی

۲۔ استقرامی

۳۔ تشبیہی

۴۔ قرینہ

۵۔ علت سے معلول ثابت کرنا

۶۔ معلول سے علت ثابت کرنا

۷۔ ادنیٰ سے اعلیٰ کو ثابت کرنا

حاشیہ

منطق کے بیان سے فراغت پائی۔ اب صرف اتنا اور رہا ہے کہ ایک آدھ بات
خاتمے کے طور پر لکھیں۔ منطق کا حال اس قدر کہ اکثر سکھایا جاتا ہے اس کتاب
میں موجود ہے۔ اگر کوئی شخص ازراہ دھوکھ دہی اپنا علم جتانے کو کسی طالب علم
سے یہ دعویٰ کرے کہ اس کتاب میں کل حال علم منطق کا نہیں لکھا ہر منطق
بہت بڑا علم ہے اس ذرا سی کتاب میں نہیں سما سکتا ہے تو اس بات پر
ہرگز یقین نہ لانا چاہیے۔ بعض مقامات میں عربی و فارسی کتابوں سے
فرق ہے لیکن مطلب ایک ہی ہے اور بہت سے مقامات کتب عربی و
فارسی سے زیادہ مکمل ہیں۔

مطالب اور معنی صحیح منطق کے جیسا کہ مقدمین اور متاخرین سکھاتے
چلے آئے ہیں اس کتاب میں موجود ہیں۔ جو کچھ حال علم منطق کا اور کتابوں کے
پڑھنے سے آتا ہے وہ سب اس کتاب سے مختصر حاصل ہے۔ جو کچھ کتابیں
علم منطق کی اس ملک میں مروج ہیں اونکا پڑھنا اس غرض سے چاہیے کہ
مختلف طرز بیان اور اصطلاحات وغیرہ سے کہ ہر کتاب کے مختلف ہوتی
ہیں واقف ہو جاوے اور استعمال میں لاوے۔

مگر کوئی طالب علم یہ نہ سمجھے کہ ایک آدم کتاب یا بہت سی کتابیں علم منطق کی
 اگرچہ وہ کامل ہی کیون نہوں پڑھ لینے سے منطقی ہو جاوے گا۔ اگر کوئی اس
 کتاب کو پڑھ کر اس کے اصطلاحات اور قواعد اور الفاظ ہر زبان یاد کر کے
 اس کو تہ کر رکھے اور اس کو استعمال میں نہ لاوے تو منطقی نہو جاوے گا
 کیونکہ کار بہت سہ ہے ہر علم و ہنر میں ملکہ چاہیے کار گیر دن کو دیکھو کہ اول ہتھیاروں
 کے نام اور اذن کے استعمال کرنے کے طریقوں سے واقف ہو کر بعد روزمرہ
 اذن ہتھیاروں کو کام میں لاتے ہیں تو کہیں ایک مدت میں جا کے ہوشیار
 ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح پیما بشی کو دیکھو کہ بعد جاننے قواعد پیمایش کے ایک
 مدت تک اس کا مشق کرتا رہے تو پیمایش میں پختہ ہو جاتا ہے علیٰ ہذا القیاس
 ہر شخص کو قبل اس سے کہ وہ اپنے کو منطقی کہلاوے اس علم کے استعمال سے
 واقف ہونا ضرور ہے۔ اصول اور اصطلاحات اور قواعد اس علم کے اول
 خوب سمجھنا چاہیے اور پھر روزمرہ محنت کے ساتھ بحث کرنے کے لئے ہلکے پیدا
 کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہمیشہ اپنی اور اوروں کی غلطی پکڑنے کی اور
 مخالفوں کے جاننے کی کوشش کرتا رہے۔ جو دلیل کہ پیش آوے خواہ وہ
 زبانی ہو یا تحریری خوب غور کے ساتھ دیکھنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ ہر دلیل
 کی صورت اور پختگی اور خامی پر ہمیشہ نظر رہے۔ جہاں کوئی پختہ اور قومی دلیل

دیکھنے میں آوے اوس کو اپنے واسطے ایک نوٹ سمجھنا چاہیے۔ جو شخص ان سب باتوں پر لحاظ رکھے وہ منطقی ہو جاوے گا۔ پس غرض یہ ہے جو شخص ایسا کرے اوس کا ذہن بڑھ جاوے گا مثلاً اول اوس کے خیالات میں خوب صفائی اور روشنی آجاوے گی۔ اگر ذہن میں صفائی اور روشنی نہ ہو تو اندیشہ ہے کہ وہ شخص آپ دھوکھا کھائے اور لوگوں کو دھوکھے میں ڈالے۔ جو شخص علم منطق میں ملکہ کامل حاصل کر لے اوس کا سوچ بہت درست ہو جاوے گا۔ ہر بات کی رگ و پے کو خوب صفائی کے ساتھ سمجھ لیگا اور بیان کر دیگا۔ قوامی ذہن میں ایسی رسائی آجاوے گی کہ فوراً کسی طرح کا مغالطہ ہو دریافت کر لیگا اور بتلاوے گا۔

دوسرا ان سب باتوں مذکورہ بالا پر لحاظ رکھنے سے ذہن میں بڑی قوت آجاتی ہے۔ جو آدمی خوب تربیت یافتہ نہواوے اوس کا ذہن کمزور ہوگا اور اس لایق نہوگا کہ کسی حقیقت کو دریافت کر سکے اور اگر کوئی حقیقت دریافت ہو سہی گئی تو اوس پر قائم رہنا مشکل پڑتا ہے۔ منطق کے پڑھنے سے طبیعت انسان کی زور پر آجاتی ہے اور اس لایق ہو جاتا ہے کہ مشکل سے مشکل بات ہو اوس کو حل کر لے۔

تیسرے ان سب باتوں مذکورہ بالا پر لحاظ رکھنے سے ذہن آراستہ

پیراستہ ہو جاتا ہے۔ خدا کی بنائی ہوئی جن جن چیزوں سے ہم واقف ہیں انہیں
 سب سے عمدہ چیز ہم دیکھتے ہیں کہ ذہن سے لیکن اس سے بڑا کرافسوس و تپان
 کی بات کیا ہے کہ ذہن کسی کا جمالت سے بھرا ہوا اور خطا و غلطی کی راہ نہیں ہٹا
 رہا ہو۔ اور اس سے بڑا اور کیا خوبصورتی ہے کہ ذہن کسی کا تیز و درست
 ہو اور نور صداقت و حقیقت سے نور ہو۔ ان سب باتوں مذکورہ بالا کے
 حاصل کرنے کے واسطے جو جو وسائل قوی ہیں انہیں سے ایک علم منطقی

تمام شد

امتحان کے لئے چند سوالات

مقدمہ

منطق کسکو کہتے ہیں

منطق کو علم کب کہنا چاہیے اور فن کب

کیا عقل فقط ایک ہی طور سے نتیجہ صحیح نکال سکتی ہے

علم منطق کے سکینے سے عقل میں کیا کیفیت پیدا ہوتی ہے

علم منطق کے حق میں بعض آدمی کیا سمجھتے ہیں

علم منطق ابتدا میں کن لوگوں میں تھا

اول یہ علم کس قوم میں ایجاد ہوا

یہ علم سلسلہ دار اس زمانہ تک کس طرح پہونچا

اس علم کے مشہور مصنفوں کا نام اور ان کا زمانہ بیان کرو

فی الحال اہل اسلام میں یہ علم کس صورت پر پایا جاتا ہے

ایضا ہندوؤں میں

حصہ ۱

علم منطق ذہن سے کونسی صورت میں علاقہ رکھتا ہے۔

ذہن کیا شے ہے

حواس خمسہ کا نام لو

محسوس کس کو کہتے ہیں معقول کس کو کہتے ہیں۔

علم منطق ذہن سے کون سے تین امور سے متعلق ہے

تصور کس کو کہتے ہیں

تصدیق کس کو کہتے ہیں۔ تصدیق کو قضایا کس حالت میں کہتے ہیں

دلیل اور برہان کس کو کہتے ہیں

غور اور مقابلہ کرنا قوت تفریقہ اور قوت جنسی کونسی ذہنی قوتوں کو کہتے ہیں

قوت ناطقہ کا کچھ بیان کرو

لفظ کی تعریف کرو

دلالت کا بیان کرو

پہلی فصل

تصور کی تعریف اور اس کی قسمیں بیان کرو

دوسری فصل

تصور اور لفظ میں کیا فرق ہے

لفظ مفرد اور مرکب اور کلی اور جزئی کیسے کہتے ہیں

لفظ کو نسی حالت میں تمام اور نا تمام کہا جاتا ہے

افراد کیسے کہتے ہیں

لفظ بالنسبت کس حالت میں کہا جاتا ہے

لفظ مشترک اور غیر مشترک اور مترادف کی تعریف بیان کرو

لفظ متناقضہ اور مترادف میں کیا فرق ہے

تیسری فصل

جنس اور نوع کی تعریف بیان کرو

اقسام جنس بیان کرو اور ان کی مثال دو

تقسیم اجناس اور انواع کس بات پر منحصر ہے

فصل کیسے کہتے ہیں

عرض کیسے کہتے ہیں

اور کی قسمیں معہ مثالوں کے بتلاؤ

عموم و خصوص کسکو کہتے ہیں

چوتھی فصل

معرف کسکو کہتے ہیں

معرف کی ترکیب میں کون کون چیزیں داخل ہیں

معرف کے طور پر ہو سکتا ہے

قواعد معرف بیان کرو

حصہ ۲

پہلی فصل

قضیہ کسکو کہتے ہیں معہ مثال کے بیان کرو

موضوع اور محمول اور نسبت حکم کسکو کہتے ہیں

قضیہ دن کی قسمیں بیان کرو

مادہ کسکو کہتے ہیں

مادہ میں کے صورتیں ہیں

ماوہ نسبت کے قواعد بیان کرو

دوسری فصل

علم منطق میں لفظ کم کسکو کہتے ہیں

موضوع کی کلیت اور جزیت کس بات پر موقوف ہے

اور محمول کی

کونسے چار قواعد کم کے واسطے ہیں

تیسری فصل

عکس کسکو کہتے ہیں

معلوسہ اور غیر معلوسہ کسکو کہتے ہیں

عکس کونسی صورت میں صحیح ہوگا

عکس کے قسم کے ہیں اونکے نام معہ مثال کے بیان کرو

عکس کرنے کا قاعدہ کیا ہے

چوتھی فصل

نقیض کسکو کہتے ہیں

نقیض کے طرح پر ہوتا ہے معہ مثال بیان کرو

نقیض کے قواعد بیان کرو

حصہ ۳

پہلی فصل

دلیل کی تعریف بیان کرو

دلیل میں کونسے دو جز اعلیٰ ہیں ہر ایک کا نام مع تعریف اور مثال بیان کرو

قیاس کسکو کہتے ہیں

نتیجہ کسکو کہتے ہیں

قیاس کے جزوں کا بیان کرو

اکبر اور اصغر اور حد اوسط کسکو کہتے ہیں

قول ارسطاطالیس کسکو کہتے ہیں

قیاس کے قانون بدیہی بیان کرو

آئندہ قاعدے جو واسطے جانچنے قیاس کے ہیں بیان کرو

دوسری فصل

شکل کسکو کہتے ہیں

چارون شکلون کا بیان کرو

چارون شکلون کے قاعدے بتلاؤ

ہر ایک شکل کے استعمال کی صورت بیان کرو

تیسری فصل

ضرب کسکو کہتے ہیں

ہر شکل میں کتنی صحیح ضربیں ہیں

ضرب کا مکمل کسکو کہتے ہیں

خلف کسکو کہتے ہیں

خلف کے طور پر ہوتا ہے

چوتھی فصل

قیاس شرطیہ کسکو کہتے ہیں

اوسکو اتصالی کہتے ہیں اور انفصالی کہ

مقدم اور تالی کسکو کہتے ہیں

قیاس اتصالی کے تین قاعدے بتلاؤ

قیاس اتصالی کو مثبتہ کب کہتے اور منفیہ کب

قیاس اتصالی کو خلیہ کی طرف کیسے پھیرتے ہیں

قیاس انفصالی کا کیا قاعدہ ہے

قیاس مرکب شرطیہ کسکو کہتے ہیں

اس قیاس کی کس صورتیں ہیں

اس قیاس کی صحت دریافت کرنے کے واسطے کون سا قاعدہ ہے

پانچویں فصل

قیاس مخفف کسکو کہتے ہیں

اس قیاس سے پورا قیاس کیونکر بن سکتا ہے

اس کا قاعدہ بیان کرو

قیاس مسلسل کسکو کہتے ہیں

قیاس مسلسل میں دلیل کی کیا صورت ہے

قیاس مسلسل کے جانچنے کے لئے کیا قاعدہ ہے

قیاس مسلسل کو پورے قیاسوں میں لانے کے لئے کیا قاعدہ ہے

قیاس مسلسل کا عکس بیان کرو

قیاس مسلسل شرطیہ کسکو کہتے ہیں
نتیجہ قیاس مسلسل شرطیہ حملیہ کیونکر بناتے ہیں

حصہ ۲

منطق استعمالی سے کیا مراد ہے
اس بات کی مثال دو

پہلی فصل

مغالطہ کسکو کہتے ہیں

مغالطوں کی تقسیم کرو

ان مغالطوں کا معنی مثال بیان کرو یعنی حد او وسط جزئی کلیت ناجائز اکبر یا اصغر
کی۔ مقدمات سالیحہ نتیجہ موجبہ مقدمہ سالیحہ سے یا برعکس اسکے۔ ایک قیاس میں
تین جزوؤں سے زیادہ کا ہونا۔

حد او وسط مشترک کسکو کہتے ہیں

الفاظ مشترک کیونکر ہو جاتے ہیں

حد او وسط مشترک کے لئے کیا قاعدہ ہے

مغالطہ عرضی کسکو کہتے ہیں اسکی مثال دو
مغالطہ تقسیم اور جمع کا معہ مثال بیان کرو

مغالطہ معنوی کسکو کہتے ہیں

اوسکی تقسیم کیسی ہے

ان مغالطوں کا معہ مثال بیان کرو۔ یعنی مقدمہ اور نتیجہ ایک ہی ہونا۔ دو در دو
وجہ غیر موجدہ مغالطہ تعلق آمیز۔ مغالطہ تغیر معنوں۔ مغالطہ اعتراضوں کا۔ مغالطہ
ثبوت جزئی کا۔

ان مغالطوں کے ظاہر کرنے کے لئے کون کون قاعدے ہیں۔ ہر ایک کا بیان کرو
اور ان قواعد عام کا جو واسطے دریافت کرنے صحت دلیلوں کے ہیں بیان کرو

دوسری فصل

استقرار کسکو کہتے ہیں

وہ کس یقین پر موقوف ہے

استقرار کس حالت میں کامل ہے

کون سے علم استقرار سے حاصل ہوتے ہیں

استخراج کسکو کہتے ہیں اور وہ استقرار کے کس بات میں خلافت ہے

دلیل میں تمثیل کیسے لاتے ہیں

منطق میں قرینہ کسکو کہتے ہیں

قرینہ کے طور پر ہوتا ہے

قرینے سے دلیل لانا کس بات میں استخراج اور تمثیل کے خلاف ہے

اس بات کی مثال دو کہ قرینے کی دلیل قیاس کی صورت میں آجاوے

قرینے کی دلیل میں کیسی خبر داری چاہیے

علت سے معلول ثابت کرنا کسکو کہتے ہیں

اسکی مثال دو

معلول سے علت ثابت کرنا کسکو کہتے ہیں

اسکی مثال دو

ادنیٰ سے اعلیٰ کو ثابت کرنا کسکو کہتے ہیں

علم منطق میں خشکی حاصل کرنے کے لئے کونسا طریقہ چاہیے

علم منطق سے ذہن کو کونسے فوائد حاصل ہوتے ہیں

فہرست اصطلاحات

صفحہ		صفحہ	
۱۹	تناقضہ	۲۱	اجناس اور انواع
۲۰	متضادہ	۱۴۲	ادنیٰ سے اعلیٰ کو ثابت کرنا
۱۹	مترادف	۱۴۳	استخراج
۱۷	نا تمام	۱۵۸	استقرا
۱۷	تمام	۶۲	اصغر
۲۱	انواع	۱۸	افراد
۶۰ و ۱۱	برہان	۶۲	اکبر
۱۴	بونی زبان	۱۶	الفاظ
۱۰۶	تالی	۱۸	بلا نسبت
۳۳ و ۱۰	تصدیق	۱۸	بالنسبت
۱۵ و ۱۰	تصور	۱۸	غیر مشترک
۱۶۴	تمثیل	۱۷	جزی
۲۱	جنس	۱۷	خاص معرفہ
۲۴	ادنیٰ	۱۷	کلی
"	اعلیٰ	۱۷	مفرد
"	بعیدہ	۱۷	مرکب
"	الاجناس	۱۸	مشترک

صفحہ		صفحہ	
۱۲۴	دور تسلسل	"	" تساویہ
۶۰ و ۱۱	دلیل	"	" قریب
۱۰۸	دلیل منفیہ	۶۲	حد اوسط
۱۲	وہیمان یا غور	۱۳ و ۴۳	" جزئی
۳۱	رسم نام	۷۰	" مشترک
۳۱	رسم ناقص	۳۱	" حد تمام
۶۲	شکل	"	" ناقص
۶۲	صغریٰ	۵	حواس خمسہ
۹۶	ضرب	۲۷	خاصہ
۲۶	عرض	۱۵۸	خاص سے عام نکالنا
۲۷	لازم	۱۷	خاص لفظ
۲۷	مفارق	۱۰۰	خلف
۵۰	عکس	۶۱	وال
۵۱	صحیح	۱۵	دلالت
۵۱	مستوی	۱۵	" وضعی
۵۳	نقیض	۱۵	" التزامی
۱۶۹	علت سے معلول کو ثابت کرنا	۱۵	" مطابق
۲۶ و ۲۳	عموم و خصوص کی نسبت	۱۵	" تضمنی

صفحه		صفحه	
۱۰۶	الصلی	۱۸	غیر مشترک
۱۱۷	منحرف	۵۱	غیر منکوسه
۱۱۳	مرکب شرطیه	۲۶	فصل
۱۱۹	مسلسل	۶۵	قرینه
۱۰۵	شرطیه	۳۳ و ۱۱	قضیه
۱۲۳	کالعکس	۴۱	حملیه
۶۲	کبری	۳۷	جزیه
۱۷	کلی	۳۸	مهمله
۲۷	کلی پانچ	۳۵	مفروده
۷۷	کلیت ناجایز	۳۶	مرجیه
۴۵	کم	۴۱	منفصل
۳۷	کیف قضیه	۳۵	مرکب
۴۲	ماده	۴۱	متصله
۲۶	ماهیت یعنی ذات	۳۶	سالبه
۱۹	مترادف	۴۱	شرطیه
۲۰	متضاده	۱۳	قوت تفریقی
۵۴ و ۱۹	متناقضه	۶۶	قول ارسطاطالیس
۳۴	محمول	۶۱	قیاس
۴۰	کاکم	۱۰۵	حملیه
۹	محسوس	۱۱۱	انفصالی



صفحہ	صفحہ	صفحہ	صفحہ
۶۲	۶۱	مقدمات	مدلول
۱۲۲	۵۱	مقدمہ اور نتیجہ ایک ہی ہونا	مستوی عکس
۴	۱۸	منطق کی تعریف	مشترک لفظ
۳۶	۲۹	موجبیہ قضیہ	معرف
۳۴	۵۱	موضوع	مکوسہ
۶۱	۹	نتیجہ	معقول
۱۲۴	۱۴۰	نتیجہ غیر مطلوب	مدلول سے علت ثابت کرنا
۳۴	۱۲۸	نسبت حکمیہ	مغالطہ
۴۳	۱۳۸	نسبت بالایجاب	عرضی
"	۱۵۱	نسبت بالسلب	اعتراضوں کا
۲۲۸	۱۳۹	نسبت تساوی	جمع
۲۸	۲۹۱	نسبت بتباین	معنوی
۲۸	۱۵۳	نسبت عموم و خصوص مطلق	ثبوت جزئی
۲۸	۱۲۹	نسبت عموم و خصوص من وجہ	صوری
۵۲	۱۲۹	نقیض	تغیر مضمون
۵۶	۱۳۹	کا نقشہ	تقسیم
۲۱	۱۳۸	نوع	تعلق آمیز
۲۵	۱۳	متساویہ	مقابلہ کرنا
۲۵	۱۰۶	سافل	مقدم